جملہ حقوق محفوظ ہیں

تاریخ ہزارہ

مولّفہ

ڈاکٹر شیر بہادر خان پنّی

[redacted]

ریٹائرڈ ڈپٹی انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات

دارُالشفاء۔ ایبٹ آباد

ضلع ہزارہ

http://dilazak.org

تاریخ طبع بار اوّل ..... اگست سنہ ۱۹۶۹ء
طباعت ..... ثنائی برقی پریس۔ لاہور
کتابت ..... محمد عبدالواحد اختر
تعداد ..... پانچ سو
ناشر۔ ڈاکٹر شیر بہادر خان پنّی۔ دارالشفاء ایبٹ آباد

[redacted]

فہرست ابواب

عنوان	صفحہ
تبویب	۳
ماخذ	۴
پیش لفظ	۹
تمہید	۱۳
وجہ تسمیہ	۱۵
راجہ رسالو	۱۹
ہزارہ۔ مختلف اقوام	۲۳
ترکوں کے حملے	۲۴
ہزارہ۔ عہدِ مغلیہ میں	۲۵
" " دُرّانی	۲۶
سکھوں کا عہد	۲۹
سرگزشت گلاب سنگھ	۳۱
جموں و کشمیر	۳۶
کنور نونہال سنگھ کی موت	۳۹
شیر سنگھ کا عہدِ حکومت	۴۰
سردار ہری سنگھ۔ مانگل کی جنگ	۴۷
ہری سنگھ کا عہدِ حکومت	۵۰
مہاراجہ رنجیت سنگھ کی آمد ہزارہ	و
جنگ سری کوٹ	۵۹

عنوان	صفحہ
محمد خان ترین، ملک صالح محمد مشوانی اور	
سربلند خان تنولی کی گرفتاری	۶۱
سردار مہاں سنگھ کا دَور	۶۴
راجہ شیر محمد خان تنولی کی گرفتاری	۶۶
نواب پائندہ خان اور	
مہاں سنگھ کی آویزش	۶۷
حضرت سیّد احمد شہیدؒ آمد ہزارہ	۶۹
جنگ پائندہ خان و ہری سنگھ	۷۷
مہاں سنگھ کی واپسی ہزارہ	۷۹
ہری سنگھ کی آمد ہزارہ	۸۰
شورش کوڑاوں	۸۳
اگرور پر حملہ	۸۴
ہری سنگھ کی آخری آمد ہزارہ	۸۵
مہاں سنگھ۔ جانشین ہری سنگھ	۹۳
سردار تیجا سنگھ	۹۴
پیارا سنگھ	۹۶
دیوان مولراج ولوالیہ	۹۸
قتل مہاراجہ شیر سنگھ و	
کنور پرتاب سنگھ	۹۸

http://dilazak.org

سکھوں کی پہلی لڑائی۔	۱۰۰
قتل راجہ ہیرا سنگھ	۱۰۰
بعد کے واقعات	۱۰۱
ہزارہ میں گلاب سنگھ کی مخالفت	۱۰۵
میجر ایبٹ کی آمد اور چتر سنگھ کی بغاوت	۱۰۹
دُرّانی فوج کی آمد ہزارہ	۱۱۲
ہزارہ پھر سے سکھ دربار کے حوالہ	۱۱۴
جیمس ایبٹ کے عہد کے حالات	۱۱۵
سردار چتر سنگھ و کرنل کنارا	۱۱۷
گاگان کی مہم	۱۲۲
میجر ایبٹ کی ڈائری سے چند واقعات	۱۲۳
ہزارہ دورانِ بغاوت۔	
۱۸۵۷-۵۸ء	۱۴۶
اہل ہزارہ کی معیشت،	۱۴۸
پرانی تہذیبیں اور ان کے باقیات	۱۴۹
ایرانی سلطنت کا غلبہ	۱۵۲
یونانی دَور	〃
ٹیکسلا۔ تاریخی حالات	۱۵۳
مسلمانوں کے حملوں کا آغاز	۱۵۸
ہزارہ کے بندوبست	〃
پاکستان بن جانے کے بعد کے حالات	۱۵۹
بندوبست ۱۸۷۲ء۔ چند حقائق	〃
پرانے شاہراہ	۱۶۱
قحط	۱۶۲
رواج نامہ۔ اقوام ہزارہ	۱۶۳
سکھوں کے عہد کے مظالم	۱۶۴
عہدِ ماضی کے چند نامور اشخاص	۱۶۶
ماضی میں صوبہ و ضلع درباری	۱۶۷
حاکمانِ ہزارہ	۱۶۸
حکومت دُرّانی۔ سکھ اور انگریز پر تنقید	۱۷۴
عہدِ انگریزی۔ اصلاحات	۱۷۶
عہدِ پاکستان۔ انتخابات	۱۷۹
بنیادی جمہوریت	۱۸۰
چند دیگر واقعات	۱۸۱
اعلیٰ حکام سرحد۔ عہدِ انگریزی	۱۸۲
〃 〃 〃 پاکستان	۱۸۳
قوم پنّی	۱۸۶
〃 〃 ہندوستان میں	〃
پنیاں قدیم تاریخ	۱۹۴
قوم غورغشت چھچھ ہزارہ میں	۱۹۷
مشہور افراد قوم پنی	۲۰۳
قوم پنی۔ مکان۔ لباس۔ ہتھیار	۲۲۷ تا
رسومات شادی و غمی	۲۳۱
قوم پنی۔ بھیرہ	۲۳۶
〃 کالو پنڈ	۲۳۷
〃 پہاڑو	۲۳۸
〃 کانگڑہ	〃
ڈھینڈہ و گنیا	۲۴۱
متوانی	۲۴۲

سیّد محمد گیسو دراز	۲۴۶
گوجر	۲۴۹
ترین	۲۶۴
دلازاک	۲۹۵
سادات	۳۱۳
بلغا دری	۳۳۱
سلمانی	〃
بنبہ	۳۳۳
کرڑال	۳۴۰
ڈھونڈ	۳۴۶
جدون	۳۵۱
تنولی	۳۶۳
گکھڑ	۳۹۱
ترک	۴۴۷
اتمان زئی	۴۵۷
طاہر خیلی	۴۶۲
کنازئی	۴۷۴
صواتی	۴۷۸
خان اگرور	۴۸۷
رئیس گڑھی حبیب اللہ	۴۹۹
آوان (اعوان)	۵۰۹
خویشگی	۵۱۷
ہزارہ کی سرحدی اقوام	۵۲۲
ہزارہ کی سرحدی جنگیں	۵۲۷
سید احمد شہیدؒ اور جماعت مجاہدین	۵۳۶
جاگیرداران و کرسی نشینان	۶۰۲
علماء ہزارہ	۶۳۵
پیر بابا	۶۳۶
پیر روشن	۶۴۴
اخوند صاحب سوات	۶۴۸
مولانا محمد اسحاق مانسہروی	۶۵۷
مولوی محمد عرفان	۶۵۸
حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی	۶۵۹
مولانا غلام ربانی لودھی	۶۶۰
مولانا غلام رسول بفوی	۶۶۴
مولانا محمد رسول خان	۶۶۵
مفتی محمد حسن صاحبؒ	〃
مولوی عبدالرحمٰن صاحب چھوہر شریف	۶۶۶
مولوی احمد مرحوم سکندر پوری	۶۶۷
سید محمود شاہؒ ڈھینڈی	〃
مولوی حمید الدین مرحوم مانسہروی	۶۶۸
دیگر علماء ہزارہ	۶۶۹
سکھ حکمرانوں کے فارسی آموز علماء	
سرائے صالح	〃
قاری میر عبداللہ سرائے صالح	۶۷۰
مولانا قمر علی صاحب	۶۷۱
مولانا فضلِ ربّی	۶۷۲
مولانا غلام نبی صاحب	۶۷۳
میاں عبدالقیوم بغہ	〃
مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب گنجوی	۶۷۴

http://dilazak.org

مولوی منہاج الدین مرحوم	۶۷۶	پشتو زبان	۷۲۸
مانگل کے مجاہد علماء و مشائخ	"	لفظ خان کی ابتداء	۷۲۹
اخوند صاحب مانگل	۶۷۹	پٹھان کی وجہ تسمیہ	۷۳۳
میاں محمد حنیف "	۶۸۲	افغان کی اصلیت - مزید تحقیق	۷۴۴
میاں کنگال صاحب "	۶۸۳	ہزارہ کے مقبرے اور درگاہیں	۷۴۱
حاجی عبداللہ "	۶۸۴	عہد ماضی کے سکے اور شاہان دخوانین	
قاضی محمود "	"	کی مُہریں	۷۵۶
محمد گل مرحوم "	۶۸۵	ہزارہ میں نظام صحت	۷۶۴
بابا احمد علی "	"	ہزارہ - نظام عدالت	۷۷۲
مولوی عبدالکریم	۶۸۶	وکلاء ہزارہ	۷۷۷
پامال شریف	۶۸۷	ہزارہ میں نظام پولیس	۷۸۷
علماء خاندان عثمانی مسلہڑ	"	ہزارہ کے اخبارات	۷۸۸
مولوی عزیز الرحمٰن - ایبٹ آباد	۶۸۹	ایبٹ آباد شہر - اس کے ادارے اور	
بفہ کا ایک اہل علم خاندان	"	معروف ہستیاں	۷۹۳
پیران رجوعیہ	۶۹۱	ہزارہ میں زمانہ قدیم میں ذرائع	
مولانا عبدالکریم رجوعیہ	۶۹۳	آمدورفت	۸۰۵
چند تاریخی خطوط	۶۹۴	ہری پور شہر - اس کے ادارے اور	
چند تاریخی فرامین	۷۰۴	مشہور اشخاص	"
پٹھانوں کا حسب و نسب	۷۰۷	انجمن اسلامیہ - مانسہرہ	۸۱۰
افغان - نام	۷۲۲	عمر نامہ مؤلف	۸۱۱
پٹھان قوم کی سیرت	۷۲۵		
قندھار - وجہ تسمیہ	۷۲۶		
اقوام افغان کی اصلیت	۷۲۷		

تبویب

۱- تاریخ ہزارہ کے ماخذ

۲- پیش لفظ

۳- تمہید

۴- ہزارہ کی وجہ تسمیہ

۵- ہزارہ تاریخ کے مختلف ادوار میں

مفصل تاریخی کہانی

واقعات کی زبانی

۶- اقوام ہزارہ کی مفصل تاریخ - بمعہ شجرہ نسب

پنّی - گوجر - مشوانی - ترین - دلازاک - تنولی - جدون - کرڑال - ڈھونڈ - سادات - صواتی - بنبہ - شلمانی (سلمانی) بلغاوری - خویشگی - اُتمان زئی - اعوان (آوان) ترک -

۷- پٹھان اور اُن کا حسب و نسب

۸- سیّد احمد شہید علیہ الرحمہ اور اُن کی جماعت مجاہدین -

۹- ہزارہ کی سرحدی اقوام -

۱۰- ہزارہ کے علمائے کرام و صوفیائے عظام

۱۱- چند تاریخی خطوط جو تاریخ ہزارہ پر روشنی ڈالتے ہیں -

۱۲- ضلع ہزارہ کے مقبرے، درگاہیں اور زیارت گاہیں -

۱۳- شاہانِ سلف کے مواہیر اور سکّے -

۱۴- جاگیرداران ہزارہ اور اُن کے کوائف -

۱۵- عمر نامہ مؤلف (ڈاکٹر شیر بہادر خان پنّی)

۱۶- ایبٹ آباد اور ہری پور شہر کے معروف ادارے اور شخصیتیں -

۱۷- اخبارات و مدیران ہزارہ

۱۸- ہزارہ میں نظام صحت و ہزارہ کے ڈاکٹرز -

۱۹- ہزارہ میں نظام عدالت اور حضرات وکلاء

۲۰- ہزارہ میں نظام تعلیم و نامور اہل علم

http://dilazak.org

تاریخ ہزارہ کے ماٰخذ

میں نے طویل مُدت تاریخ ہزارہ کے واقعات مختلف سرچشموں سے جمع کرنے میں صرف کی۔ اور اب جب کہ تقریباً یہ تالیف مکمل کر چکا ہوں۔ ہر وقت مزید حالات کی تلاش و جستجو رہتی ہے۔ ع

دانہ سے چیدیم ماروتے کہ خرمن داشتیم

میں نے مختلف اور بعض دفعہ نامعلوم گوشوں سے بھی حالات تلاش کر کے جمع کر دئے۔ لیکن خاص ماٰخذ جن سے میں نے استفادہ کیا وہ یہ ہیں:-

۱- اوّل اور بنیادی ماٰخذ جن سے میں نے بڑی محنت و مشقت سے سب اقوام ہزارہ کے خاندانی حالات، شجرہ نسب اور دیگر تاریخی واقعات نقل کئے وہ ۱۸۷۲ء کے کاغذات بندوبست ہزارہ میں مشہور دیہات ہزارہ کی صورت دیہی اس ضمن میں مفید معلومات کی حامل تھیں۔ اِن سے مجھے بہت سی اقوام کی تاریخ آمد و جائے رہائش و حالاتِ زندگی معلوم ہوئے۔ دو تین اقوام کے سلسلہ میں میری یہ تلاش ابھی تشنۂ تکمیل ہے۔ اگرچہ میں نے تلاش میں کمی نہیں کی لیکن افسوس ہے کہ اہلِ ہزارہ کے ارباب علم و فضیلت یا سربراہ اقوام و خوانین ہزارہ سے مجھے اس سلسلے میں توقع کے مطابق تعاون اور راہنمائی کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ حالانکہ میں نے ذاتی ملاقاتوں اور خطوط کے ذریعہ استدعا کی۔ اور اخبارات کے ذریعہ کئی دفعہ توجہ دلائی۔ باوجود اس کے بھی اگر کوئی فروگذاشت اس تاریخی داستان میں یا حالات میں کمی بیشی نظر آئے تو میری معذوری کو مدنظر رکھتے ہوئے قارئین کرام معاف فرمائیں۔

اس ضمن میں مندرجہ ذیل اصحاب کا شکر گزار ہوں۔ کہ اُنہوں نے اپنے قیمتی مشوروں اور تاریخی حالات بہم پہنچانے میں میری مدد فرمائی

۱- مولانا غلام رسول مہر۔ مسلم ٹاؤن لاہور۔ ۲- مولانا غلام ربانی لودھی۔ سرائے صالح۔ ۳- میاں عبدالقیوم صاحب بفہ۔ ۴- خان شاد محمد خان ۵- خان علی اصغر خان صوافی۔ ساکن سفیدہ۔ حال ایڈووکیٹ مردان۔ ۶- میرے مہربان اُستاد الحاج مرزا غلام یوسف۔ ساکن موضع غربی۔ ضلع جہلم۔ ۷- خان سردار بہادر خان ترین نے سارے مسوّدے کو غور سے پڑھا۔ پسند کیا۔ اور دو تین جگہ واقعات کی اصلاح کی۔ اور کہا کہ اس کو ضرور چھپنا چاہیئے۔

۲- تاریخ ہزارہ" مرتبہ ولیسی (WACE) مہتمم بندوبست ہزارہ ۱۸۷۲ء اور ہزارہ گزیٹیر ۱۹۰۷ء

سے بھی کافی مستند حالات معلوم ہوئے۔

۳- حیاتِ افغانی۔ مصنفہ محمد حیات خان صاحب ساکن واہ۔ یہ واہ خاندان کے مشہور مورخ ہیں۔

۴- تواریخ خورشید جہاں۔ ۱۳۱۱ھ (۱۸۹۴ء) مصنفہ شیر محمد خان صاحب گنڈاپور۔ ڈیرہ اسمٰعیل خان۔

۵- پٹھان۔ از سر آلف کیرو۔ یہ آغاز عہدِ پاکستان سے سرحد کے گورنر تھے۔

اِن ہر سہ متذکرہ بالا کتابوں سے پٹھانوں کے شجرہ نسب اور قدیم تاریخ کے متعلق کافی معلومات حاصل ہوئیں۔

۶- رُوسائے بااختیار و نامی خاندانِ پنجاب مرتبہ کرنل چارلس فرانسس میسی مطبوعہ ۱۸۹۱ء اس میں عہدِ انگریزی کے مشہور خاندان و خوانین کے حالات ہیں۔

۷- خوشحال خان خٹک۔ مصنفہ دوست محمد خان کامل ایڈووکیٹ پشاور۔ اس میں افغانان ماورائے دریائے اٹک کے ایک دو واقعات جنہوں نے اس ضلع کو موثر کیا۔ معلوم ہوئے۔

۸- "کے گوہر نامہ" مصنفہ رائے زادہ دُونی چند پر مولانا سید ابوظفر صاحب ندوی کی تنقید۔ مطبوعہ "معارف" اعظم گڑھ۔ صوبجات متحدہ ہندوستان۔ اس میں گکھڑ قوم کے تاریخی حالات معلوم کرنے میں بہت مدد ملی۔

۹- تاریخ فرشتہ۔

۱۰- بابر نامہ (سفرنامہ بابر بادشاہ)
۱۱- تاریخ رہتاس (بندوبست رہتاس)
} ان دونوں کتابوں میں گکھڑ قوم کے چند واقعات تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔

۱۲- الفنسٹن۔ تاریخ سلطنت کابل و ملحقات۔ شائع شدہ لنڈن ۱۸۴۲ء

۱۳- تاریخ ضلع جہلم۔ اس میں گکھڑ قوم کے حالات ہیں۔

۱۴- منتخب التواریخ۔ مصنفہ مُلّا عبدالقادر بدایونی

۱۵- " تذکرۃ الواقعات۔ جوہر آفتابچی "

اردو ترجمہ از سید معین الحق جنرل سکرٹری و ڈائرکٹر آف ریسرچ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی

یہ ہمایوں بادشاہ کا آفتابچی تھا۔ اور ہندوستان کے فرار کے بعد وہ ایران میں بادشاہ کے ساتھ رہا اور پھر واپس ہندوستان آیا۔ اُس نے اِس عرصہ کے حالات کو تفصیل سے قلم بند کیا ہے۔

۱۶- میجر راورٹی (RAVERTY) کی کتاب " افغانستان کی اقوام"

۱۷- ابٹسن کی فرہنگِ اقوام و قبائل پنجاب و سرحد

http://dilazak.org

۱۸۔ میرے مسودہ تاریخ کے مکمل ہونے پر مجھے میرے دوست مولانا غلام ربانی لودھی ساکن سرائے صالح کی نشان دہی پر ایک "قلمی فارسی تاریخ ہزارہ" قاضی عبدالمالک صاحب کلرک گورنمنٹ کالج ہری پور سے بذریعہ عزیز عبدالرحمٰن لیکچرار جغرافیہ ہری پور کالج ملی۔ انہوں نے کمال مہربانی سے یہ کتاب میرے استفادہ کے لئے مجھے عنایت کی۔ جو تقریباً دو ماہ میرے پاس رہی۔ اس کتاب کا نام تاریخ ہزارہ عہد سرکار دولتمدار (سرکار انگریزی) وجنگ خورد بُرد سنگھاں و دُرّانیاں ہے۔ اس کے لکھنے والا مہتاب سنگھ ہے۔ اُس نے یہ کتاب میجر جیمز لین اور ملّو خان اسسٹنٹ کمشنر کے ایماء پر لکھی (نیول جیمز لین ہزارہ کے بندوبست کا پہلا مہتمم تھا۔ لیکن ملّو خان کی شخصیت اور اُس کے اس ضلع سے تعلق کا حال مجھے معلوم نہ ہو سکا) وہ لکھتا ہے کہ ہزارہ کا پہلے پہل جب بندوبست شروع (غالباً ۱۸۴۹-۵۰ء ہوگا) کرنے کے لئے افسرانِ بالا تشریف لائے تو کچھ مدت کے بعد مصنف کو ہزارہ کی تاریخ مرتب کرنے کا حکم دیا۔ کیونکہ وُہ عرصہ دراز سے اس ضلع میں موجود تھا۔ اور کوئی کتاب اس سے پہلے اس ضلع کے حالات پر موجود نہ تھی۔ وہ لکھتا ہے۔

"میرا نام مہتاب سنگھ قوم کائستھ ساکن مرزا پور پرگنہ ہوگنی پور موسلی نگر متعلقہ ضلع کانپور۔ کا ہوں۔ تلاشِ روزگار میں لاہور آیا تو پہلے پہل مہاراج صاحب کنور کھڑک سنگھ کی سرکار میں نوکر ہوگیا۔ اور پانچ سال پرگنہ ساہیوال بلّوخاں (جو مدت تک ضلع منٹگمری کے نام سے مشہور رہا۔ اور اب پھر پرانا نام ساہیوال ہوگیا ہے ۔ش) میں بہ عملداری دیوان ٹوڈرمل رہا۔ اس کے بعد میرا آب و دانہ یہاں سے اُٹھ گیا۔ تو دس ماہ تک سردار فتح سنگھ جو ملک منکیرہ پر حاکم تھا (منکیرہ ریاست ۱۸۴۰ء کے آخر میں رنجیت سنگھ نے فتح کر لی تھی۔ ش ب) کے ساتھ رہا۔ اس کے بعد سردار ہری سنگھ کا ملازم ہوگیا اور سمت ۱۸۸۱ بکرمی (۱۸۲۴ء) میں ملک ہزارہ کے دفتر میں مقرر کیا گیا" پھر آگے چل کر وہ لکھتا ہے۔ کہ اب تیس سال کا عرصہ ہوگیا ہے۔ کہ اس ملک میں اپنا وقت گزار رہا ہوں"

اُس کی عبارت، فارسی زبان میں کافی ہے۔ اور عربی سے بھی کافی واقفیت رکھتا ہے کیونکہ جا بجا فارسی کے مستند اشعار اور عربی کے مقولے بھی بڑی خوبی کے ساتھ فارسی عبارت میں جا بجا تحریر کرتا ہے۔

یہ ہزارہ کی بڑی مفصل تاریخ ہے۔ سکھوں کے عہد کے حالات کو اُس نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ تاریخ ہزارہ کے بہت سے پوشیدہ واقعات پر ایسی روشنی ڈالی ہے کہ باید و شاید۔ سردار ہری سنگھ کے عہد کے واقعات، اور اُس کی تمام جنگوں اور خوانین ہزارہ سے کش مکش کو شرح و بسط سے بیان کیا ہے۔ خانانِ تناول۔ ہندوال و پلال۔ کی آویزش و دیگر حالات پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ ان سب سے بڑھ کر جو تفصیل اُس نے سیّد احمد شہیدؒ کے آخری معرکہ۔ شہادت، بالاکوٹ۔ پر جس

تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اُس نے مولانا غلام رسول صاحب مہر۔ خاص مورخ سیرت شہیدؒ سے بھی دادِ تحسین حاصل کی اور سید شہید کی شہادت و دفن وغیرہ کے حالات پر پوری روشنی ڈالی ہے۔

۱۸۔ "نگارستانِ کشمیر" از قاضی ظہور الحسن صاحب۔ سیوہارہ۔ ضلع بجنور۔

۱۹۔ مخطوطاتِ قدیمہ۔ عجائب گھر پشاور سے۔ سب پرانے فائل۔ محکمہ امور خارجہ ہندوستان جو مجاہدین اور دیگر امور ضلع ہزارہ سے متعلق تھے۔ ان سے بھی کافی استفادہ کیا گیا۔

۲۰۔ بہت سے رسائل۔ انگریزی و اُردو و اخبارات سے بھی ہزارہ کی تاریخ کے متعلق مواد حاصل کیا گیا۔

۲۱ میجر ایبٹ۔ ضلع ہزارہ کے پہلے ڈپٹی کمشنر۔ کی ڈائری۔

میں نے میجر ایبٹ کی چند ڈائریوں (۱۸۴۹ء و ۱۸۵۰ء) کی نقول ۱۹۵۵ء میں محکمہ مخطوطاتِ قدیمہ پشاور سے حاصل کر لی تھیں۔ اور اُن میں درج شدہ مفید معلومات کو اپنے مسودہ میں شامل کر لیا تھا۔

لیکن اوائل ۱۹۶۸ء میں جب کہ میں اپنا مسودہ مکمل کر چکا تھا پتہ چلا کہ میجر ایبٹ کی ڈائری مارچ ۱۸۴۸ء تا جون ۱۸۴۹ء مقبرہ انارکلی کے عجائب گھر واقع لاہور میں زیرِ تحویل ہوم ڈیپارٹمنٹ حکومت مغربی پاکستان موجود ہے کوشش کر کے اِن کی نقول مجھے اوائل دسمبر ۱۹۶۸ء میں ملیں۔

میجر ایبٹ (اُس وقت یہ کپتان تھا) روزانہ ڈائری کے ذریعے مقامی حالات۔ بلکہ ملحقہ پنجاب کے بھی۔ اور سیاسی واقعات ہزارہ کشمیر و ملحقہ مناطقات۔ ریذیڈنٹ لاہور کو بھیجتا رہتا تھا۔ مقامی سکھ افسران فوج و سول، مہاراجہ کشمیر گلاب سنگھ کی ریشہ دوانیوں اور اُن کے انسداد کی تدابیر سے ریذیڈنٹ کو مطلع کرتا رہتا تھا۔ اور اس ضلع کے سیاسی حالات کا جو اثر پنجاب پر ہوتا تھا۔ اُس سے لاہور کو باخبر رکھتا تھا۔ اس کے مشورے صائب، دلیرانہ اور پختہ سیاسی ذہن کے مشورے تھے۔ اہلِ ہزارہ کی سیاست کا ماہر اور نبض شناس تھا۔ اس کے مشوروں سے اور اس کے اپنے مؤثر طریقِ حکومت سے اہلِ ہزارہ کے دل اپنے قبضے میں کر رکھے تھے۔ وہ خوانین ہزارہ مشکل سے مشکل وقت میں بھی اعتماد کر سکتا تھا۔ اگرچہ سکھ حکومت کا ملازم اور ناظم ہزارہ کا مشیر تھا۔ لیکن عملاً وہ ریذیڈنٹ کا نمائندہ برائے سلطنت انگریز تھا۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایسے ماحول میں ہزارہ کا ناظم (گورنر) سکھ، افواج حکومت ہزارہ سکھ، اس کی اپنی باڈی گارڈ سکھ سپاہی حتّٰی کہ اس کا منشی سکھ تھا۔ مگر وہ اِن سب پر بطور حاکم حکومت کرتا تھا۔ اُس کی اصلی طاقت اقوام ہزارہ کی پشت پناہی اور وفاداری تھی۔ اور اُس نے یہ دعویٰ کیا (یعنی ریذیڈنٹ کو لکھا) اگر سب افواج سکھان اس کے خلاف ہو جائیں تو وہ ان سب کو اقوام ہزارہ کی امداد سے شکست دے دے گا۔

http://dilazak.org

اِس ڈائری سے اُس عہد کے حالات اور پس منظر پر صحیح روشنی پڑتی ہے۔

میں نے اِس ڈائری سے کافی استفادہ کیا۔

۲۲۔ تحقیق الافغان۔ تحقیقاتِ سمیع المعروف بہ تاریخ پکھلی۔ از سمیع اللہ جان خان۔ ساکن ڈھوڈیال۔ تحصیل مانسہرہ۔ اس میں مفصل شجرے اقوام ہزارہ کے اور خاص کر سواتی قوم کے دئے گئے۔ ان سے میں نے استفادہ کیا۔

پیش لفظ

مجھے بچپن میں کہانیوں اور قصوں کے سننے کا بہت شوق تھا۔ اور خاص کر خاندانی کارناموں کا جو میرے خاندان کے لئے فخر و مباہات کا کام دیتے تھے۔ ماحول بھی اور زمانہ بھی قومی و خاندانی تعصب کا تھا۔ اور لوگ ایسی کہانیوں اور قصوں کو بڑی رغبت اور خواہش سے دُہراتے تھے اور سُنتے تھے۔ اور یہ ثابت شدہ حقیقت ہے۔ کہ تاریخ کی ابتداء ہمیشہ قصّے، کہانیوں اور روایات ہی سے شروع ہوتی ہے۔ یہ کلیہ خاص کر اُن لوگوں کی تاریخ پر زیادہ صادق آتا ہے جو زمانۂ بعید میں گزرے ہوں۔ اور مورخ کے وطن سے دُور ہوں۔ عام لوگ ایسی روائتیں سُننے کے شائق ہوتے ہیں جن سے اُن کی خاندانی برتری و عزّ و جاہ کی تشہیر ہو۔ اس لئے میں عمر رسیدہ لوگوں، بڑی بوڑھیوں (خاص کر والدہ مرحومہ) کے پاس گھنٹوں بیٹھ کر اُن سے پُرانی کہانیاں، خاندانی قصّے اور شجرہ نسب کے سلسلے بڑے غور اور دلچسپی کے ساتھ سنتا تھا۔ اور کچھ کچھ نسلی یادداشتیں بھی رکھ لیتا تھا۔ اِس شوق میں زیادہ ترقی اُس وقت ہوئی جب میں ۱۹۱۳ء میں مڈل سکول ہری پور میں داخل ہوا۔ میرے ہم جماعت مختلف اقوام کے افراد تھے۔ لہٰذا خاندانی و قومی حالات کی کہانیوں اور قصّوں کی طرف اور زیادہ توجہ ہوئی۔ آہستہ آہستہ اپنی قوم کے افراد کے حالات اُن کی کارکردگیاں، اُن کے عروج و زوال، آغاز و انجام کی تحریر کی طرف توجہ مبذول ہوئی اس کام کو بہت تفصیل سے کرنا شروع کیا۔ کام دیر طلب، طویل اور صبر آزما تھا۔ اپنے گاؤں اور خاندان کے حالات بہت مفصل دریافت کئے۔ اور زبانی شجرہ نسب جتنا معلوم ہو سکا۔ تحریر کیا گیا۔ اس کام میں اور توسیع ہوئی۔ اور دیگر دیہاتِ قوم پنّی کے متعلق بھی ان خطوط پر تحقیقات شروع کی۔ اس کام میں آہستہ آہستہ دلچسپی بڑھتی ہی گئی۔ اور قوم پنّی کے کل افراد کا مکمل شجرہ نسب تحریر کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ مگر اس کام کی تکمیل کے لئے بزرگوں کی زبانی اور تحریری یادداشتیں نامکمل نظر آئیں۔ لہٰذا اس کام کی تکمیل کے لئے مناسب وقت کا انتظار کرنا پڑا۔

۱۹۳۱ء میں میرا تقرر ہری پور سول ہسپتال میں بطور اسسٹنٹ سرجن ہوا۔ اور دس ماہ ہری پور رہا۔ اور تحصیل کے دفاتر چھانے اور جو بھی مفید مطلب کاغذات نظر آئے اُن کو نقل کر لیا گیا۔ اور قوم پنّی کے تمام شجرہ نسب کو مکمل نقل کر لیا گیا۔ اِن سب مسودات کے ترتیب دینے کا کام ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۵ء تک جیب میں بنوں میں سول سرجن تھا۔ مکمل کیا گیا۔ تمام دیہات قوم پنّی کے افراد کا شجرہ نسب

http://dilazak.org

موجودہ زمانہ کے افراد کے نام تک مکمل کر کے صاف و خوشخط لکھ کر تیار کر کے رکھ دیا گیا۔ شاید کبھی طبع ہو سکے۔

اپریل ۱۹۵۲ء میں میری تقرری بہ عہدۂ سول سرجن ضلع ہزارہ ہوئی۔ اور اپریل ۱۹۵۴ء تک یہاں رہا۔ اس اثنائیں مزید قومی حالات ضلع ہزارہ کے ریکارڈ دفتر سے حاصل کر کے اپنے مسودات کی کمی کو پورا کر دیا گیا۔ خیال یہ تھا کہ قوم پنّی کی تاریخ مع مکمل شجرہ نسب تحریر کر کے شائع کر دی جائے اور یہ سب کام مکمل بھی ہو گیا۔ لیکن بعد میں جب زاویہ نگاہ، خاندان، قبیلہ اور قوم کے تنگ دائرہ سے بلند ہوا تو اس کام میں دل چسپی کم ہو گئی۔ اور شجرہ نسب خاندانی (جو کہ وقتی فخر و مباہات کا سامان ہے) کی تحریر کا کام چھوڑ دیا۔ کیونکہ سب انسان اولاد آدم ہیں۔ اور آدم مٹی سے بنا تھا۔ اس لئے ایک ہی مٹی سے بنے ہوئے انسان میں خاندان و قبیلہ کی تقسیم عزت و آبرو کے لئے کوئی مقصودی شے نہیں جس کسی نے ہمت کی۔ کوشش کی۔ وہ اپنی مراد کو پہنچا۔ جو کاہل رہا نامراد رہا۔ اور یہی بنیاد ہے حاکم و محکوم، معزز و نامراد ہونے کی۔ اور اب یہ محسوس ہوا کہ یہ ایک ایسی محنت نہیں جو تمام تر التفات کی مستحق ہو۔ اگر اس کی بجائے "ہزارہ کی کہانی، تاریخ کی زبانی" مرتب ہو سکے۔ تو ایک مفید علمی کام ہو گا۔ لہٰذا اس کام کے لئے مناسب مواد جمع کرنے کی جستجو ہوئی۔

قارئین کرام کو میرے ان الفاظ سے یہ اثر نہیں لینا چاہئے کہ خاندان و قبیلہ کی تقسیم بہ غرض تنظیم کا میں مخالف ہوں۔ صرف یہ چاہتا ہوں کہ انفرادی صحت، ورزش اور ذاتی تمول کی معتدل کوشش سے زیادہ اہمیت خاندان اور قبیلہ کی اصلاح کو دینی چاہئے۔ اسی طرح بڑھتے بڑھتے اس اصول کی طرف آنا چاہئے۔ ؎

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا　　مسلم ہیں ہم وطن ہیں سارا جہاں ہمارا

بہر حال یہ کام ایک صاحب علم اور قابل مورخ کا تھا۔ اور میں نے تو اپنی زندگی ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنے اور پھر اس کام میں مشغول رہنے کے لئے وقف کر دی تھی۔ اس پر مزید یہ کہ ڈاکٹر کی زندگی کا دائرہ خاص قسم کے علم و عمل ہی کو محیط ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ خواہش اس پس منظر کے ساتھ مطابقت تو نہیں رکھتی تھی۔ لیکن فطری ذوق و شوق اور سالہا کی محنت نے مجبور کیا کہ جس طرح سے ہو اور جب بھی ہو۔ اس کام کو ضرور پورا کیا جائے۔

بہر حال اس کام کا آغاز کر دیا گیا۔ اور دوران ملازمت صوبہ سرحد کے تمام اضلاع اور خصوصاً ضلع ہزارہ کے گزیٹیر اور دیگر تحریرات مطالعہ کرنی شروع کر دی گئیں۔

آہستہ آہستہ یہ ذوق و شوق بڑھتا ہی گیا اور بہت سی کتابوں سے مفید مطلب معلومات کو نقل کرنا شروع کر دیا گیا۔ تمام میسّر مطبوعہ کتابوں اور غیر مطبوعہ مسودات کا بغور مطالعہ کیا گیا۔ برطانوی عہد کی پرانی دستاویزات اور فائل جو کہ پشاور کے عجائب گھر میں زیر تحویل "ناظم مخطوطات قدیمہ" (DIRECTOR OF ARCHIVES) ہیں ان سب کا مطالعہ کیا گیا۔ اور اُن سے اقتباسات لئے گئے۔

آغاز کار سے تا اختتام ملازمت (یکم نومبر ۱۹۵۶ء) اِن اوراقِ پریشان اور مسودات تاریخی کا ایک انبار جمع ہو گیا۔ خیال تھا کہ پنشن پر آنے کے بعد اور فراغت کے وقت اِن کو ترتیب دینے اور تاریخ ہزارہ لکھنے کا کام شروع کیا جائے گا۔ لیکن ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

ان سطور (پیش لفظ) کے لکھنے کے وقت تک پورے گیارہ سال گزر چکے ہیں۔ لیکن تکمیلِ کار کے آثار اب بھی نظر نہیں آتے۔ اب بھی نہ فراغتِ قلب میسّر اور نہ ہی ہمت۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ جب کبھی (عموماً چند ماہ کے بعد) اس کام کا خیال آیا۔ تو اِس طومار کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا۔ قلم اُٹھایا لیکن کام کی اہمیّت و گراں باری سے ہار کر پھر کاغذات لپیٹ کر طاقِ نسیاں کے حوالے کر دئے۔ یہ سلسلہ آج ۱۹۶۸ء تک یوں ہی چلتا رہا۔ تھوڑا تھوڑا یہ کام بھی ہوتا رہا۔ اور کاروباری زندگی یعنی ڈاکٹری کا سلسلہ بھی چلتا رہا۔ اور ڈاکٹر کی زندگی معلوم ہے کہ فارغ الوقت اور بے فکر نہیں ہو سکتی ڈاکٹر کو اپنے وقت کی آقائی کبھی میسّر نہیں ہو سکتی۔ اِن حالات میں اس سنجیدہ اور غور و فکر کے کام کو کرنا بڑی ہی مشکل بات تھی۔ لیکن یہ کام چلتا ہی رہا۔ اور بقول مولانا حسرت موہانی ؎

ہے مشقِ سخن جاری، چکّی کی مشقت بھی
اِک طُرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

تاریخ تیار کرنے اور معالج کے فرائض ادا کرنے کے دونوں میدانوں میں لڑتا رہا۔ اب جب کہ میں اس تمام ذخیرہ پر نظر ڈالتا ہوں تو یہ احساس ہوتا ہے کہ تاریخ ہزارہ میں ایک عجب خصوصیت نظر آتی ہے۔ اگر مزید تلاش و محنت کی جائے تو وسطی ایشیا کے اقوام کی تاریخ کا عکس ہزارہ کی تاریخ کے آئینہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اور تاریخ ہزارہ میں زمانہ قدیم کے ادوار کی تاریخ کی جھلک بھی دکھائی جا سکتی ہے۔

ہندوستان پر بحری حملوں کے آغاز سے پہلے جتنے حملے بھی اس ملک پر ہوئے۔ وہ وسطی ایشیا سے اور ہندوستان کے شمال و مغربی درّوں کے راستہ سے ہوئے۔ اِن طوفانوں کا رخ گو ہمیشہ ہندوستان کی

http://dilazak.org

مرکز کی طرف ہی رہا۔ لیکن ان کی لہریں ضلع ہزارہ کی ناقابلِ تسخیر چٹانوں سے ٹکراتی رہیں اور لبِ ساحل (یعنی دامنِ کوہ) پر اپنے اثرات اور بقیہ افرادِ قوم کو چھوڑتی جاتی رہیں۔ ان قوموں کے افراد کے موجودہ جائے وقوع سے اقوامِ گزشتہ کے سیلاب کی عصری تاریخ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ حملہ آوروں کے ہر سیلاب نے اول تو اصلی باشندوں کو اور پھر دوسری اقوام کو آگے دھکیلا، اور خود اُن پیشروؤں کے مقامات پر قبضہ جمایا۔ اس سلسلہ کی مختلف کڑیاں ضلع کی شمال مشرقی سرحد کے پہاڑوں سے شروع ہو کر جنوب مغرب میں چھچھ کے میدان تک پھیلی ہوئی ہیں۔

اِن تاریخی واقعات پر مزید غور سے یہ بات بھی عیاں ہو جاتی ہے۔ کہ انسانی تاریخ کے مختلف درجاتِ تہذیب کا عکس بھی ہزارہ کی ان دو انتہائی سرحدوں کے درمیان دیکھا جاسکتا ہے۔ چوپالی و گلہ بانی سے زراعت و تجارت کے درجات کا سلسلہ شمال مشرق کی بلندیوں سے جنوب مغرب کے میدانوں تک بتدریج اُترتا اور پھیلتا ہوا نظر آسکتا ہے۔ جو قومیں پُرانی تہذیب کی حامل تھیں اور اُن کا آبائی پیشہ گلہ بانی اور چوپانی تھا۔ وہ شمال مشرق کی طرف انتہائی سرحد کی جانب دھکیلی جاتی رہیں۔ اور بعد میں آنے والی اقوام جو نسبتاً ترقی یافتہ تھیں سلسلہ وار جنوب مغرب کے میدانوں میں ڈیرے ڈالتی رہیں۔ اس تاریخی حقیقت (یعنی بے شمار قوموں کی آمد) نے لوگوں میں یہ غلط خیال پیدا کر دیا کہ اس ضلع میں ہزارہا اقوام آباد ہیں۔ اور اسی وجہ سے ضلع کی وجہ تسمیہ ہی یہی سمجھی گئی۔

اس پس منظر میں اور اس نظریہ کی تائید میں مزید محنت و تلاش کی ضرورت معلوم ہوئی تو میں نے از سرِ نو زیادہ تحقیق شروع کی۔ اس مقصد کے لئے ضلع کے دفاتر میں بہت پرانے تاریخی مواد کی تلاش شروع کی۔ یہ تلاش اب بھی جاری ہے۔ اور ترتیب و اشاعت میں زیادہ التوا ہو رہا ہے اور دیکھئے کب یہ کتاب زیورِ طباعت سے آراستہ ہوتی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

تمہید

کسی صاحبِ علم کا انگریزی مقولہ ہے:-

"WHERE THERE IS NO KNOWLEDGE OF THE PAST
THERE CAN BE NO VISION OF THE FUTURE

ترجمہ:- جہاں ماضی کے واقعات کا علم نہیں وہاں مستقبل کی بلند نظری بھی پیدا نہیں ہو سکتی۔

انسانی زندگی کے گزرے ہوئے واقعات بیان کرنے کو، اصطلاح میں تاریخ کہتے ہیں۔ علمِ تاریخ دنیا کی تمام قوموں میں رائج ہے اور سب طبقہ کے لوگ اس سے رغبت رکھتے ہیں اور اپنے خاندان کی سرگزشت کو کہانیوں۔ قصّوں اور حکایتوں کے رنگ میں بیان کرتے ہیں۔ قومی اور نسلی فخر کے قصّے بڑے مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں۔ اور ان کو سینہ بہ سینہ بطور مقدس امانت کے اولاد کے حوالے کرتے ہیں۔ اور اپنے نسب و حسب کے مکمل شجرے بڑے انتظام سے یاد رکھتے ہیں۔ اِن ہی حکایتوں اور قصّوں سے زمانہ قدیم کی تاریخ سے واقفیت حاصل ہوتی ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی حالت وقتاً فوقتاً کیونکر بدلتی رہی۔ مختلف اقوامِ عالم کا آغاز و انجام کس طرح ہوا اور کن واقعات نے قوموں کے عروج و زوال پر اثر ڈالا، یعنی تاریخ، مختلف قوموں کے ظہور، آثارِ ترقی، حالات، آداب و رسوم و عقائد اور مشہور لوگوں کے کارنامے بیان کرتی ہے۔ اور جو اہم واقعات ظہور پذیر ہوئے اُن کے اسباب و نتائج بتاتی ہے۔ فرد سے قبیلہ، قبیلہ سے قوم اور اقوام کے مجموعہ سے عالمِ انسان بنتا ہے۔ اس لئے جس شخص کے سینے میں نوعِ انسان کی خدمت کی تڑپ ہے وہ قوم کی اخلاقی، مادی اور جسمانی و روحانی بہبود کے لئے ہاتھ پاؤں مارے گا اسی طرح اگر کوئی انسان خدمتِ نوعِ انسان کے لئے اپنی ذات کی اصلاح و ترقی اور جسمانی و ذہنی ترقی کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنی نیت کی برکت سے محبِ انسانیت شمار ہوگا اور جو شخص ذاتی اقتدار کے لئے اور حیوانی خواہش کے لئے کوشش کرے گا وہ اپنی پست ذہنیت و ارادہ کے لحاظ سے پست ہوگا۔ ورنہ فرد کی اصلاح و ترقی بجائے خود مکروہ نہیں بلکہ پسندیدہ امر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے بعض افراد کو جو عبادت اور نماز کے لئے راتوں کو بہت جاگتے تھے۔ ان سے فرمایا:- خدا نہیں تھکے گا تم تھک جاؤ گے۔ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ (تیری جان کا حق ہے) یعنی یہ کہ صوم و صلوٰۃ اور ذکر و فکر و عبادت میں ایسا اعتدال اختیار کرو کہ بدنی صحت پر زوال نہ آئے، اِلّا ماشاء اللہ۔ ذات کی اصلاح، تعلیم، صحت، قوت کے لئے کوشش کرنے والا قبیلہ کا دوست ہے۔

http://dilazak.org

کیونکہ مفید اور شریف افراد کے مجموعے سے بہادر اور شریف قبیلہ بنتا ہے، اسی طرح بہادر، شریف اور نیک نام اور خوش اعمال قبیلوں کے مجموعہ سے باوقار قوم بنتی ہے۔ اور اچھی اقوام کے مجموعہ سے وہ عالم انسانی بنتا ہے جنہیں خالق کائنات نے اشرف المخلوقات کا درجہ دیا۔ اور قیامت اس وقت برپا ہوگی جب نیک آدمیوں سے زمین خالی ہوجائے گی۔ اور اللہ کا نام پکارنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ اس حقیقت کو پہچاننے کے لئے ماضی کے واقعات کا علم چاہئے کیونکہ ماضی کے حالات کے علم سے انسان مستقبل کے حالات سے آگاہ اور حوادث کا سامنا کرنے کے لئے آمادہ ہو سکتا ہے۔

اس حقیقت کو نظام الملک طوسی نے اپنے بیٹے کو خطاب کرتے وقت، ان الفاظ میں بیان کیا۔

"تاریخ کو تدابیر ملکی میں بہت کچھ دخل ہے۔ کیونکہ عالم اسباب میں کبھی کسی نئے واقعہ کا ظہور نہیں ہوتا۔ بلکہ وہی ہوتا ہے جو بارہا ہو چکا ہے۔ اور جس کے نظائر موجود ہیں۔ اور چونکہ پچھلے واقعات پڑھے ہوئے، سمجھے ہوئے، سُنے ہوئے ہوتے ہیں کہ فلاں کام کا خاتمہ یوں ہوا تھا۔ اور جب کوئی ایسا ہی معاملہ سامنے آجاتا ہے تو یقین رکھو کہ اس کا انجام بھی ویسا ہی ہوگا۔"

عبرت کے لئے تاریخ آموزی ضروری ہے۔ یہ قوم کو آگاہ کرتی ہے۔ کہ کن حالات میں عروج و زوال لازم آتا ہے۔ قرآن کریم نے تاریخ اقوام عالم سے نصیحت پذیری کی طرف توجہ دلائی۔ اس حقیقت کو مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قلم اعجاز رقم سے اس انداز سے تحریر فرمایا:

اصل یہ ہے کہ انسان ماضی کو کسی مقدس دیوتا کی طرح پوجتا تو ضرور ہے۔ مگر اُس کے افسانوں کو یاد رکھنے کی بہت کم پرواہ کرتا ہے۔ اُس کی اصلی مشغولیت زمانہ حال میں ہوتی ہے۔ وہ صرف موجود اور حاصل ہی کا متلاشی رہتا ہے۔ البتہ مستقبل بھی اُس کے لئے دل کش ہے کیونکہ انسان کی دلفریب اُمیدیں اور سرمست آرزوئیں مستقبل کے ہاتھ میں ہیں اور اس مخلوقِ غفلت و فراموشی کے لئے اُمیدوں کا وجود اس قدر دل چسپ ہوتا ہے کہ بسا اوقات زمانہ حال کی موجود و حاصل مشغولیتوں کو بھی بھلا کر صرف مستقبل ہی کی حسرتوں میں اپنی پوری عمریں بسر کر دیتا ہے۔

لیکن انسان کی سب سے بڑی غلطی یہی ہے۔ مستقبل پر اُسے اختیار نہیں اور حال ہی ماضی کا جانشین اور اُس کے ترکے کا وارث ہے۔ پس اس کے لئے جو کچھ سرمایہ فلاح و مراد ہے۔ وہ صرف ماضی ہی کی یاد اور اُس کے نتائج و عبرت کے درس و بصیرت میں رکھا گیا ہے۔ اسی لئے نوعِ انسانی کی سب سے بڑی کتاب ہدایت نے بار بار واقعاتِ گزشتہ، تاریخ حوادث اور سوانح ماضیہ کے یاد رکھنے، سوچنے، اور سمجھنے کی وصیت کی: (۱) "قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ (۲) أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ" البلاغ جلد چہارم

صحیح تاریخ سے عبرت ہوتی ہے۔ عام تواریخ چونکہ غلط قصوں سے لبریز اور حکمت سے خالی ہوتی ہیں۔ لہٰذا وہ تاریخ کا صحیح مقصد پورا کرنے میں ناکام ہوتی ہیں۔

تاہم یہ حقیقت ہے کہ سب اقوام کی تاریخ قصوں اور روایات سے شروع ہوتی ہے۔ خاص کر اُن اقوام کی تاریخ میں یہ عنصر بہت زیادہ ہوتا ہے جو لکھنے والوں سے زمانہ کے لحاظ سے یا جغرافی لحاظ سے بہت دُور ہوں۔

اس لئے میں نے کوشش کی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ہزارہ کی تاریخ کے قصوں اور روایات کی پوری چھان بین ہو۔ اور تاریخی واقعات نکھر کر سامنے آجائیں۔ جس سے تاریخ کا صحیح مطلب پورا ہو اور پڑھنے والوں کے لئے مفید بھی ہو۔ سامان عبرت بھی ہو اور سبق آموز بھی ہو ✤

ہزارہ کی وجہ تسمیہ

سب سے پُرانا نام جو کتب تواریخ سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ اِس خطۂ زمین کو ابی ساریز (ABISARES) کے ملک سے معنون کرتا ہے۔ ابی ساریز اس علاقہ کا حاکم تھا۔ اور سکندر اعظم کے حملہ کے وقت (۳۲۶ ق م) میں یہاں حکمران تھا۔ یہ ابی ساریز (ابی سارا) پونچھ کا راجہ تھا۔ اور سکندر اعظم ہی نے ہزارہ بھی اُس کو دے دیا تھا۔

ڈاکٹر آئن سٹائن کے خیال میں ہزارہ اُراسہ (URASA) ہے اور رش اسی سے مشتق ہے اور اب بھی ایبٹ آباد، مانسہرہ سڑک کے علاقہ کو میدان رَش کہتے ہیں۔ یہاں پر بے اختیار اسلام کی جہانگیری کا ایک تواریخی واقعہ تحریر کرنا باعث دلچسپی ہوگا۔ جو مولانا مناظر احسن گیلانی نے اپنی کتاب "ہزار سال پہلے" (ص ۴۶-۴۷) میں تحریر کیا ہے۔

"بزرگ بن شہریار نے ابو محمد الحسن بن عمر بن حمویہ کے حوالہ سے ایک طویل روایت درج کی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ہندوستان کا ایک راجہ جو کشمیر (اعلیٰ) اور کشمیر اسفل (یعنی شمالی ہزارہ۔ ش ب) کے درمیان کے علاقہ کا راجہ تھا۔ اُس نے ۲۱۰ھ میں منصورہ کے امیر عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے پاس خط لکھا کہ اُس کے پاس ایک ایسا آدمی بھیج دیا جائے جو شریعت اسلام کے احکام ہندی زبان میں بیان کر سکے۔ منصورہ کے امیر نے ایک مسلمان کو بھیجا جس کے متعلق لکھا ہے کہ ہندوستان کی مختلف زبانوں کو جانتا تھا۔ راجہ کے پاس یہ مسلمان چند سال رہا۔ اور راجہ کو اسلام سے پورے طور پر واقف بنا دیا۔ اسی سلسلہ میں اس کا بیان بھی نقل کیا ہے۔ کہ راجہ نے اُس سے

http://dilazak.org

سے خواہش ظاہر کی کہ ہندی زبان میں اُس کے لئے قرآن کی تفسیر لکھے۔ اسی کا بیان ہے کہ اس نے سورۂ یٰسین تک "قرآن کی تفسیر ہندی زبان میں پوری کر دی تھی"۔

اس سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صدی ہجری میں خورشیدِ اسلام کی کرنیں اس علاقہ پر پڑ رہی تھیں وہاں مسلمانوں کے علم اور ذوقِ تبلیغ کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔

وجہ تسمیہ

تاریخ ہزارہ مصنفہ ڈیس صاحب میں تحریر ہے۔ کہ اس علاقہ میں قوم تُرک معروف بہ نام ہزارہ قارلغ جو، خاص کر میدان ہری پور پر قابض تھے لہٰذا یہ میدان ہزارہ قارلغ مشہور ہے۔ اور بقیہ ان ترکوں کا میدان پکھلی میں شاہنشاہ جہانگیر کے وقت میں موجود تھا۔ اور اب ان کی اولاد موضع گیرداں (نزد بفہ) میں موجود ہے۔

لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ علاقہ اُن ترکوں کے نام سے مشہور ہے جن کو امیر تیمور نے خود یہاں چھوڑا جیسا کہ آئین اکبری ص ۱۸۴ جلد دوم کے اقتباس ذیل سے ظاہر ہے:۔

"سرکار پکلی۔ درازا سی و پنج کروہ و پہنا بست و پنج کروہ، خاور رویہ کشمیر شمالی کتور، جنوبی بُنگاہ اُلوس گکھر (گکھڑ) با اختر سوائک بنارس۔ صاحبقرانی چندے را بپاسبانی گذاشتہ بودند۔ امروز از نژاد آں ..... بہ کوہستان رو ہموارہ برف بارد و بدشت گاہ گاہ سرما زرگرما افزوں۔ و آویزش ابر ہند آسا۔ از سہ دریا فیض برگیرند۔ کشن گنگ، بہت (جہلم) سندھ۔ زبانِ ایں دیار نہ بکشمیر ماند و نہ بہندوستان و نہ بزابلستان۔ نخود و جو بیشتر شود۔ و زرد آلو، و شفتالو۔ و چہار مغز خودرہ باشد۔ و میوہ کشتن رسم نہ بود۔ جانور شکاری، اسپ، شُتر، و گاؤ میش میانہ۔ مرزبان اینجا بکشمیر نیائش گری کردے"۔

ترجمہ:۔ سرکار پکھلی۔ طُول پچاسی کوس۔ عرض پچیس کوس۔ مشرق کشمیر۔ شمال کتور (گلگت چترال) جنوب قوم گکھڑ کا وطن۔ مغرب اٹک بنارس صاحبقران (امیر تیمور) نے اس علاقہ کی حفاظت کے لئے کچھ آدمی یہاں چھوڑے تھے۔ اُن کی اولاد آج بھی موجود ہے۔ اس کے پہاڑوں پر ہمیشہ برف برستی ہے۔ اور صحرا (میدان) کبھی کبھی سردی کا موسم گرمی سے زیادہ۔ بارش ہندوستان کی مانند ہوتی ہے۔ اس علاقہ کو تین دریا سیراب کرتے ہیں۔ کشن گنگ۔ بہت (جہلم یعنی اس کا معاون کُنہار) اور دریائے سندھ۔

اس وطن کی بولی نہ کشمیر سے ملتی ہے اور نہ ہندوستان سے اور نہ ہی زابلستان (علاقہ خوست۔ گردیز جنوبی افغانستان یعنی پشتو سے)

اس علاقہ میں چنا اور جو کثرت سے ہوتے ہیں۔ خُرمانی، آلو، اور اخروٹ خودرو (یعنی جنگلی) ہوتے ہیں یہاں میوہ کاشت کرنے کی عادت نہیں۔ شکاری جانور، گھوڑا، اونٹ اور بھینس درمیانہ قسم کے ہوتے ہیں اس علاقہ میں مُرغ بہت ہیں۔

عموماً اس علاقہ کا حاکم کشمیر کا باجگزار رہا ہے"۔

بارھویں صدی عیسوی میں ترکوں کی آبادی وسط ایشیا میں دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی۔ یہ لوگ بے حد سادہ اور بہادر تھے۔ اس زمانہ میں فوجی افسروں کے عُہدے سپاہیوں کی تعداد سے ہوتے تھے مثلاً پنج ہزاری، ہفت ہزاری وغیرہ۔ ایک ہزار سپاہیوں کا دستہ (یا ہزارہ) جس علاقہ سے لیا جاتا تھا۔ اُسے عموماً اُسی علاقہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اسی طریقہ سے وہ ہزار سپاہیوں کا دستہ جو قوم قارلغ سے تھا۔ اُس کو امیر تیمور نے اس علاقہ میں متوطن کر دیا۔ جس کے نام پر یہ علاقہ ہزار قارلغ مشہور ہوا۔ اور مرورِ زمانہ سے صرف ہزارہ رہ گیا۔

امیر تیمور کی آمد آخر ۱۳۹۸ء میں ہوئی تھی اور یہ علاقہ اس سے بعد ہزارہ قارلغ مشہور ہوا۔

توزک بابری میں بھی ہزارہ کا نام ہزارہ قارلق درج ہے۔ بابر لکھتا ہے:۔ "نیلاب اور ہزارہ قارلق ہمایوں کو جاگیر میں دئے"۔ اور جب وہ ہاتھی گکھڑ پر ۹۱۵ھ (۱۵۱۰ء) میں فتح پاکر کابل کو جا رہا تھا۔ اس موقعہ پر لکھتا ہے کہ "ہمایوں کے ملازم قارلوق کے ملک مرزا ملوئے قارلوق تیس چالیس آدمیوں سمیت حاضر ہوا۔ اور دلہ زاک افغانوں کا لشکر بھی آیا"۔

سر جن میسجر بیلیو (BELLEW) کتاب "افغانستان کی اقوام" میں لکھتا ہے۔ "یہ کہا جاتا ہے کہ چنگیز خان نے افغانستان میں اپنی فوج کے دس ہزار کے دستہ سے نو دستے ہزارہ (کابل) میں چھوڑے اور ایک ہزار کا دستہ دریائے سندھ سے مشرق کے علاقہ پکھلی میں چھوڑا۔ جب کہ وہ خود موسم سرما، سوات میں گزار رہا تھا۔ یعنی یہ ایک دستہ اس طرف کی حفاظت کے لئے تھا۔ جب کہ وہ تمغاج کو جانے سے پہلے ہندوستان کے راجہ سے اُس کے علاقہ سے گزرنے کی اجازت کے جواب کا انتظار کر رہا تھا"۔

تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ منگولوں کا پہلا حملہ ۱۲۲۱ء میں التمش کے عہد میں ہوا۔ ہزارہ (پکھلی) میں ترکوں کی موجودگی اسی وقت سے تھی۔

دوسرا حملہ ۱۲۴۱ء میں بہرام شاہ کے عہد میں ہوا جس میں لاہور فتح ہو گیا۔

عہد بلبن میں تیسرا حملہ ۱۲۷۹ء اور چوتھا ۱۲۸۵ء میں ہوا۔ ان حملوں سے منگول دریائے سندھ اور دریائے جہلم کے درمیانی علاقہ پر قابض ہو گئے۔ ۹۸-۱۲۹۶ء میں منگول جالندھر تک بڑھ آئے۔ لیکن پسپا ہو گئے۔

http://dilazak.org

۱۲۹۹ء میں اُنہوں نے سیدھا دہلی کا رُخ کیا۔ کچھ عرصہ شہر کا محاصرہ رکھا۔ شہر کو فتح نہ کر سکے۔ لیکن ارد گرد کے علاقہ میں لوٹ مار کی۔

۱۳۰۳ء میں ملتان کے قریب دریائے سندھ کو پار کر کے پنجاب پر حملہ آور ہوئے۔ لیکن پسپا ہوئے منگولوں کے کل بارہ حملے ہوئے۔ سندھ پنجاب اور بلوچستان اِن حملوں کی زد میں آئے۔

اِن کے بعد تیموری حملے شروع ہوئے۔ تیمور نے میدان ہری پور میں (اغلباً) ہزارہ قارلق کی ایک منگ (ایک ہزار سپاہی) اپنے ہم قوم ترکوں کی جو پہلے سے یہاں موجود تھے کی حفاظت کے لئے چھوڑی تاکہ اُن کا دست و بازو بنے۔

تزک جہانگیری میں پکھلی کا ذکر ان الفاظ میں ہے:۔

عرض ۲۵ کروہ (کوس) طول ۳۵ کروہ۔ حد مشرقی کوہستانِ کشمیر۔ حد شمالی لکھنور۔ حد جنوبی گکھڑ دخل زمینداری اِس وقت سلطان حسین کا ہے۔

موضع دھمتوڑ کا زمیندار اکبر بادشاہ کے وقت شاہ رُخ تھا۔ اور اب اس کا پسر بہادر ہے۔

بہادر و سلطان حسین باہم خویشی رکھتے ہیں۔ اُن کی زبانی پایا جاتا ہے۔ کہ جب امیر تیمور گورگاں فتح فرما کر ہندوستان واپس ہوئے تو اُن کے بزرگ اِن کے پارکاب تھے۔ اُن کو اس مقام پر چھوڑ کر یہ مقام عنایت فرمایا۔ اور ذات اپنی قارلغ بیان کرتے ہیں۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ بزرگ اُن کا کون تھا۔ اور کیا نام رکھتا تھا۔ ..... سلطان حسین ستر برس کی عمر کا ہے ....."

مندرجہ بالا تاریخی حوالوں سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے۔ کہ اس ضلع کا نام ہزارہ۔ ترک قوم کے قبیلہ ہزارہ قارلغ سے ہوا۔ چونکہ قارلغ ترک میدان ہزارہ (ہری پور) ہی میں پہلے آباد ہوئے تھے اس واسطے یہ میدان ہری پور ہی اصلاً ہزارہ ہے۔ عہدِ مغلیہ، دُرّانی اور سکھوں کے عہد میں اس میدان کو ہی ملک ہزارہ لکھا جاتا رہا۔ باقی اطراف ضلع کو ملک پکھلی، ملک تنول وغیرہ لکھا جاتا رہا۔ اگرچہ عموماً یہ سب علاقے ہزارہ کے نام کے تابع ہی سمجھے جاتے رہے۔ اب بھی تحصیل مانسہرہ و ایبٹ آباد کے لوگ ہری پور میدان کو ہزارہ بولتے ہیں۔

ہزارہ

تاریخ کے مختلف ادوار میں

قدیم تاریخ ۔ اس ضلع کا پرانا نام یا اس کے ایک حصہ کا نام اُراشہ تھا اور جس کی یاد اب بھی

"رُشن کا میدان" کے نام سے موجود ہے۔ اغلباً یہ مہابھارت کا اُراگہ ہے۔

۳۲۶ - ۳۲۷ ق۔م بطلیموس اپنے جُغرافیہ جلد ۷ حصہ اول اس ضلع کو دریائے جہلم اور دریائے سندھ کے درمیان کا حصہ بتاتا ہے اور اس کا بادشاہ سکندرِ اعظم کے حملہ پنجاب کے وقت ارسیکز (ARSAKES) تھا۔ یہ ضلع سکندر اعظم کے ٹیکسلا جانے کے راستہ سے ہٹا ہوا تھا۔ اور ٹیکسلا کا عظیم شہر اس ضلع کی سرحد پر تھا۔ اس ضلع نے بھی سکندر اعظم کی اطاعت قبول کر لی تھی۔

سکندر اعظم کے بعد چندر گپت نے ٹیکسلا پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت ہزارہ صوبہ ٹیکسلا کا ایک حصہ تھا۔

چندر گپت کا پوتا اشوک اعظم اس خطہ کا خود گورنر رہا۔ اور جب ۲۷۲ ق م میں بادشاہ بنا تو اپنی یادگار چند کتبے جو پتھروں پر مانسہرہ کے نزدیک اب تک موجود ہیں۔ کندہ کرائے۔ یہ پتھر بریری پہاڑ کی چوٹی پر زیارت کو جانے والے راستہ پر تھے۔ ان پتھروں پر بدھ مت کی تعلیم کے اصول کندہ ہیں۔

راجہ رسالو

اس ضلع میں راجہ رسالو کے متعلق بہت مشہور روایات ہیں اس کے متعلق عوامی گیتوں کا بھی کافی حصہ اب تک موجود ہے۔ جن سے اس کے مختلف تاریخی کارناموں پر روشنی پڑتی ہے۔

راجہ رسالو راجہ سالباہن کا بیٹا تھا۔ راجہ سالباہن نے اب سے قریباً دو ہزار سال پہلے شمالی ہند کے ساکا حملہ آوروں کو شکست دے کر سیالکوٹ میں اپنی سلطنت قائم کی۔ اُس کے باپ کی حکومت راولپنڈی کے علاقہ تک قائم تھی۔ اُس کا بیٹا رسالو قسمت آزمائی کے لئے شمالی سرحد کی طرف نکلا۔ راجہ سرکپ (ٹیکسلا) سے بھی نبرد آزما ہوا۔ وہاں پر کھنڈ رات میں وہ مقام بھی دریافت ہوا جس جگہ راجہ رسالو نے راجہ سرکپ کے ساتھ چوپڑ کا کھیل کھیلا تھا اور ستر حسین و جمیل دوشیزاؤں کو اپنی بہادری سے مرعوب کیا تھا۔ ایک گیت ہے کہ راجہ سرکپ کی ایک رانی رسالو سے کہتی ہے ؎

نیلے گھوڑے والیا، نیویں نیزے آ
اگے راجہ سرکپ ہے، ہر کیسی اوہ لاہ
بھلا چاہیں اپنا، تاں پچھے ای مُڑ جا

ترجمہ:۔ نیلے گھوڑے والے اپنا نیزہ جُھکا کر آ۔ آگے راجہ سرکپ بیٹھا ہے جو تیری گردن کاٹ لے گا اگر اپنا بھلا چاہتا ہے تو پیچھے کی طرف مُڑ جا۔

... تُو جواب دیتا ہے:۔

http://dilazak.org

دُوروں بیڑا اچکیا ایتے فتح آئے
سرکپ دا سرکٹ کے، ٹوٹے کرساں چار
تینوں بناساں دوہڑی، میں بنساں مہاراج

ترجمہ:- میں دُور دراز سے آیا ہوں۔ میں نے جیت کا بیڑا اٹھایا ہے۔ میں راجہ سرکپ کا سر کاٹ کر اس کے چار ٹکڑے کر دوں گا۔ پھر تجھے دُلہن بناؤں گا۔

لڑکی کو رسالو سے پیار ہو گیا۔ وہ راجہ سرکپ کے پاس جا کر کہنے لگی۔ ؎

اک جو آیا راجپوت کر دا مار و مار
تینوں راجہ مار کے، ساناں کھڑسی نال

ترجمہ:- ایک راجپوت بڑے زور شور سے آ رہا ہے۔ راجہ۔ وہ تمہیں ہلاک کر دے گا اور مجھے ساتھ لے جائے گا۔

راجہ سرکپ کو اپنی طاقت پر ناز تھا۔ وہ بولا ؎

چھوٹی نگری دا واسکن، رانی وڈی کرے پکار
جدیں باہر نکلاں تاں
میری تاں پنچاوے ڈھال
فجرے روٹی تاں کھاساں، سر لیساں اُتار

ترجمہ:- رانی! کیا باتیں کر رہی ہو؟ ایک چھوٹی سی نگری کا باسی آیا ہے۔ اور تم اتنی چیخ پکار کر رہی ہو میں ایک دفعہ باہر نکلا تو میری ڈھال ہی اسے پچائے گی۔ میں صبح سویرے اُس کی گردن کاٹوں گا اور پھر روٹی کھاؤں گا۔

راجہ سرکپ کا سر کاٹ کر رسالو نے اُس کی رانی کوکلاں کو ساتھ لیا۔ اور مورتی کے پہاڑوں کی طرف چلا گیا جو راولپنڈی کے جنوب مغرب میں واقع ہیں۔

راولپنڈی اور ٹیکسلا کے درمیان ایک مقام سنگ جانی آتا ہے۔ اس کا بھی ذکر عوامی گیتوں میں ہوا ہے اور راجہ ہودی کا بھی۔ جس کا دارالحکومت ہودی نگر اٹک کے جنوب میں دریائے سندھ پر واقع تھا۔ اسی سے راجہ ہودی کے باپ راجہ اٹکی مل کا سُراغ ملتا ہے جس کی سلطنت اٹک سے جلال آباد (افغانستان) تک پھیلی ہوئی تھی۔

ضلع ہزارہ میں راجہ رسالو کے متعلق بہت مشہور روایات ہیں۔ اور اس کا زمانہ دوسری صدی عیسوی

کا بیان ہوتا ہے۔ علاقہ کنڈی کاہل میں جو چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں۔ روایت کے مطابق یہ پتھر اس کی فوج نے جمع کئے تھے۔ سربن پہاڑ (ایبٹ آباد) میں اُس کا غار جہاں وہ شکار کے دوران آرام کیا کرتا تھا اب تک موجود ہے۔ گندگر پہاڑیں اُس نے راکشسوں (دیوؤں) سے مقابلہ کیا تھا۔ یہ کہانی اس طرح ہے کہ ایک دن جب وہ میدان رجوعیہ میں سو رہا تھا تو اس کی غیر حاضری میں اس کی بیوی جو گندگر کے پہاڑ میں تھی۔ ایک دیو سے محبت کے انداز میں رازو نیاز کر رہی تھی۔ رانی نے ایک مینا اور ایک طوطا پال رکھے تھے۔ اُس رانی اور دیو کی یہ حرکات اُن کو پسند نہ آئیں۔ مینا نے رانی کو ملامت کی۔ اس پر رانی نے مینا کی گردن مروڑ دی۔ وہ وہاں مر گئی۔ طوطا یہ حال دیکھ کر اڑ گیا اور رجوعیہ میں آ کر اپنے پُر دریائے دوڑ کے پانی میں ڈبو کر سوئے ہوئے راجہ رسالو کے چہرہ پر پانی چھڑکا۔ جس سے راجہ جاگ پڑا۔ طوطے نے اس کی بیوی کی بے وفائی کا قصہ اُس کو سنایا۔ یہ سنتے ہی راجہ رسالو اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر سیدھا گندگر پہنچا۔ اس کے گھوڑے کے سموں کے نشان اب بھی ناڑا سید خانی (نزد موضع واڑی کھلابٹ) کے نالہ میں موجود ہیں۔ اس نے بیوی اور دیو کو محبت کرتے دیکھ لیا۔ بیوی کو وہیں قتل کر دیا۔ لیکن دیو بھاگ کر ایک غار میں چلا گیا۔ راجہ دوڑ کر غار کے منہ پر پہنچا۔ لیکن دیو اندر جا چکا تھا۔ راجہ نے غار کا مُنہ ایک پتھر سے بند کر دیا۔ اور اندر کی طرف اپنے تیر سے پتھر پر اپنی تصویر جس میں اُس نے کمان پر تیر چڑھایا ہوا نقش کیا تھا بنا دی۔ جب کبھی وہ دیو باہر آنے کی کوشش کرتا۔ تو راجہ رسالو کی تصویر دیکھ کر شور کرتے ہوئے واپس غار کے اندر دوڑ جاتا تھا۔ لوگ عام روایت کرتے ہیں کہ بہت مُدت تک گندگر پہاڑ سے ایک خوفناک آواز وقفہ سے سنائی دیتی رہتی تھی۔ میجر ایبٹ کے بیان کے مطابق یہ انیسویں صدی کے پہلے تیس سالوں تک یہ آواز لوگوں نے اُس سے بیان کی۔

اس واقعہ کی تصدیق تزک جہانگیری[1] سے بھی ہوتی ہے۔ جہانگیر کے دورہ ہزارہ و کشمیر کے متعلق درج ہے:- "جہانگیر پگلی (پکھلی) اور دھنتوڑ (دھمتوڑ) کے راستہ کشمیر کی طرف روانہ ہوا۔ حسن ابدال میں دو دن قیام کیا۔ اس منزل گاہ میں ایک بہتا ہوا چشمہ، ایک آبشار اور ایک نہایت نفیس حوض موجود ہے۔

سلطان پور میں پڑاؤ ڈالا جو حسن ابدال سے پانچ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس علاقہ کے لوگوں سے سننے میں آیا کہ برسات کے دنوں کے بعد جب آسمان پر بادلوں کا نام و نشان اور بجلیوں کے کوئی آثار

---

[1] تزک جہانگیری اردو ص ۵۹۵۔

http://dilazak.org

نہیں ہوتے کبھی کبھی نزدیک کے پہاڑ (گندگر) سے بادلوں کی گرج جیسی آواز نکلتی رہتی ہے جس کی وجہ سے اس پہاڑ کا نام گرج رکھا گیا ہے۔ یہ آواز پہاڑ سے سال دہ سال کے وقفہ کے بعد نکلتی ہے۔ میں نے یہ بات حضرتؒ کی زندگی میں اُن کی محفلوں میں بھی متعدد مرتبہ سنی تھی۔ چونکہ عجائبات سے خالی نہیں۔ اس لئے تحریر کر دی۔ صحیح علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

نوٹ:۔ جہانگیر تخت نشینی کے چودھویں سال اول اول کشمیر آیا۔

ساتویں سے بارھویں صدی عیسوی تک

چینی سیّاح ہیون سانگ جو اس ملک میں ساتویں صدی عیسوی میں آیا۔ اس نے ہزارہ کا نام بہ حیثیت ملک وُو۔ لا۔ شی کے کیا ہے۔ اور اس کو کشمیر کے ماتحت اور اس کے شمال مغرب میں بیان کیا ہے اس علاقہ کا دارالسلطنت مانگل تھا۔ جو مانگل ندی پر واقع تھا۔ اس وقت اور بعد میں بھی مانگل ایک بڑا شہر تھا۔ اگرچہ وہ شہر اب نابود ہوگیا ہے۔ پھر بھی اُس کی دیواروں کے نشانات اب بھی موجود ہیں ہیون سانگ سے صدیوں بعد اُراشہ کی سلطنت (یعنی ہزارہ موسوم بہ رش) کا تعلق کشمیر سے رہا۔ اس کی تصدیق کلہانا کے اس بیان سے ہوتی ہے۔ کہ بادشاہ شنکرا ورمان جب ۹۰۲ء میں اس ملک سے گزر رہا تھا۔ تو باشندگان ہزارہ نے اُس پر حملہ کر دیا۔ اور ایک تیر جو پہاڑ کی چوٹی سے اس پر پھینکا گیا۔ وہ اس کی گردن میں لگا۔ یہ ضرب مہلک ثابت ہوئی۔ اور جب وہ اپنی فوج کے ساتھ واپس کشمیر جا رہا تھا۔ تو راستہ ہی میں مرگیا۔ لیکن اس کی موت کو فوج سے اُس وقت تک پوشیدہ رکھا گیا جب تک وہ وادی جہلم میں نہ پہنچی۔ اس کے بعد کلہانا لکھتا ہے کہ ۱۰۶۳-۱۰۸۹ء میں کلاشا بادشاہ کشمیر نے اس ملک پر قبضہ کر لیا۔ اور بعد میں ہزارہ کا راجہ ابھیایا بمعہ دیگر ماتحت راجاؤں کے مہاراجہ کلاشا کے دربار میں حاضر ہوئے۔ راجہ ابھیایا کی بیٹی مہاراجہ ہرسا کے بیٹے بھوج سے بیاہی گئی۔

اس کے بعد ۱۱۱۲-۱۱۲۰ء مہاراجہ شسالا نے اورشہ پر حملہ کیا۔ اور خراج مقرر کیا۔ ۱۱۲۸-۱۱۴۹ء مہاراجہ دیوٗتیا نے وائی اور شہ کو شکست دی۔ اس کے ساتھ کلہانہ لکھتا ہے۔ ایتو گرہ پورہ (بقول بطلیموس اورشہ اور بہ تحقیق ڈاکٹر سٹائن موجودہ اگرور) جو ایک مضبوط قلعہ تھا۔ مہاراجہ دیوٗتیا نے فتح کر لیا۔ اس علاقہ میں پُرانے قلعوں کے جا بجا آثار، جن کے متعلق روایات ہیں کہ جنّوں نے طاقتور رانیوں کے حکم سے بنائے مثلاً دریا ہرن کے کنارے موضع سوہا (بیڑ کے نزدیک) اور دریائے کنہار اور جہلم کے اتصال پر موضع پٹن والے قلعے۔ ان روایات سے مزید واضح ہوتا ہے کہ اس علاقہ پر ہندوؤں کا راج رہا۔

تاریخ اقوام ہزارہ

پُرانے زمانہ میں دوآبہ دریائے سندھ و جہلم بمعہ پنجاب راجگانِ ہند کے ماتحت تھا۔ اور اس علاقہ میں موجودہ جگہوں کے سنسکرت نام اس امر کی شہادت دیتے ہیں۔ مثلاً گندگر (علاقہ تارخیلی میں) مہابن (جدون علاقہ میں) مانسہرہ۔ مانک رائے۔ راجکوٹ (گندگر پہاڑ جس کو تارخیلی کا فرکوٹ کہتے ہیں) راجدھان رانی واہ (علاقہ خانپور) اور اوگی اوگرہ (تحصیل مانسہرہ) علاقہ خانپور سے جب خاتمہ ہندو راجگان کا ۷۵۶ء میں ہوا تو اُس کے بعد سے دخل قوم گکھڑ کا پایا جاتا ہے۔ جلال الدین اکبر بادشاہ اور جہانگیر بادشاہ کے وقت علاقہ ڈھونڈ و کرڑال بھی گکھڑوں کے علاقہ میں شامل تھا۔ اور رجوعیہ کا علاقہ داخل کرڑال ہوکر گکھڑوں کے متعلق سمجھا جاتا تھا۔ اور علاقہ خانپور، دِناہ، ناڑہ، بکوٹ بوٹی متعلق فتح پور بابری (موجودہ راولپنڈی) گکھڑوں کے زیرِ حکومت تھا۔ اور صوبہ لاہور سے متعلق تھا۔ اور ہزارہ جس میں ظاہراً علاقہ جات تیرن، ترک، دلازاک و شنگڑی، اُتمان زئی وغیرہ شامل تھے۔ اٹک بنارس سے متعلق کر رکھا تھا۔ گویا ہزارہ کے تین ٹکڑے تھے۔

پہلا ٹکڑہ۔ ضمیمہ صوبہ کشمیر۔ سرکار پکھلی بمعہ علاقہ دھمتوڑ (جدون) و تناول

دوسرا ٹکڑہ۔ متعلق صوبہ لاہور۔ پرگنہ فتح پور بابری یعنی راولپنڈی (علاقہ گکھڑ، خان پور دِناہ۔ ناڑہ۔ بکوٹ بوٹی)

تیسرا ٹکڑہ۔ متعلق دوآبہ سندھ ساگر علاقہ اٹک پرگنہ ہزارہ۔ علاقہ جات تیرن، ترک، دلازاک شنگڑی۔ اُتمان زئی وغیرہ۔

۱۵۵۷ء سے ۱۷۳۳ء تک ایام سلطنت چغتائی میں تو یہ صورت رہی اور خراج ہائے مقررہ وقت پر سلطنت میں ادا کرتے رہے۔ پھر جب ۱۷۳۴ء میں نادر شاہ کا غلبہ ہوکر یہ ملک اُس کی حکومت کے متعلق ہوگیا۔ تو اس وقت بھی ایسا ہی حال رہا۔ حکومت نادر شاہ سے احمد شاہ دُرّانی کو نصیب ہوئی۔ اور چونکہ وہ پٹھان تھا۔ لہٰذا اس ملک میں قوم افغان کا زیادہ غلبہ ہوگیا۔ پکھلی میں صورتھی اور رجوعیہ، دھمتوڑ وغیرہ میں جدون، اور علاقہ جات تناول متعلقہ پکھلی میں تنولی آ گئے۔ اور گکھڑ بھی کچھ کمزور ہوئے، ڈھونڈ اور کرڑال نے بھی ایک قسم کی آزادی اُن کی حکومت سے پیدا کر لی، رفتہ رفتہ صورت کے ملک کی تفصیل قوم وار حسب ذیل ہوگئی۔

۱۔ تارخیلی۔ کھڑی و گندگر۔

http://dilazak.org

۲- مشوانی - سری کوٹ
۳- اُتمان زئی - تربیلہ و خالصہ
۴- تنولی - کولائی - بدھنک - کچھی - بربان - شیروان - گھڑیال - شنگڑی
۵- اقوام متفرق میدانِ ہزارہ
i- ترین - جاگل - کوٹ نجیب اللہ، کنڈی کاہل - ہری پور
ii- دلازاک - سرائے صالح
iii- ترک - مانکرے
iv- قوم پنّی پنیاں - بھیرہ وملحقات
۶- گکھڑ - خان پور
۷- جدون - بگڑہ - رجوعیہ - دھمتوڑ - مانگل

پندرھویں صدی کے وسط سے اٹھارھویں صدی تک

ترکوں کے حملے

ہزارہ کا ذکر تیمور کے حملوں کے دوران پھر تاریخ کے صفحات پر نمایاں ہوتا ہے۔ جب وہ ہندوستان فتح کرکے ۱۳۹۹ء میں واپس آیا۔ تو اس ملک کو اُس نے قارلغ ترکوں کے حوالہ کر دیا۔ جہاں پر ترک پہلے سے آباد تھے۔ جن کی آمد و توطن چنگیز۔ خان و ہلاکو کے زمانہ سے تھا۔ تیمور کے اس قارلغ قبیلہ کے ترکوں کو یہاں آباد کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ کہ وہ اپنے ہم قوم قبائل کی امداد و اعانت کر سکیں۔

اُس وقت ہندوؤں کی قوت ختم ہو چکی تھی اور مسلمانوں کا مکمل غلبہ اس ملک میں ہو گیا تھا۔ اور ہزارہ کے نام کی اصلی وجہ انہی ترکوں (قارلغ ہزارہ) کی وجہ سے ہوئی۔ ترکوں کی افواج کی ٹکڑی ایک ایک ہزار کی تعداد میں ہوتی تھی۔ اور ایک ہزار کی ٹکڑی کو وہ منگ کہتے تھے۔ اور جو ٹکڑی اس ملک میں بس گئی تھی وہ قارلغ ترک کی تھی۔ اس واسطے اس ملک کا نام قارلغ منگ یعنی قارلغ ہزارہ۔ پڑ گیا اور اب مختصر ہو کر ہزارہ رہ گیا ہے۔

(جیسا کہ پچھلے صفحات میں تحریر ہو چکا ہے)

ہزارہ عہد مغل میں

آئین اکبری میں ابوالفضل اور توزک جہانگیری میں جہانگیر نے اس علاقہ کو پکھلی سرکار لکھا ہے۔ اور اس کا حدود اربعہ و حالات تحریر کئے ہیں۔ اُس وقت اِس میں موجودہ تناول اور علاقہ سواتھیان اور رش کا میدان داخل تھے۔ علاقہ ناڑہ و خان پور گکھڑوں کے زیرِ حکومت تھا۔ مغل بادشاہوں کے وقت پکھلی سرکار پر ترکوں کی حکومت تھی۔ جہاں اب بھی چند مواضعات میں اُن کی اولاد موجود ہے۔ اور شمال میں حکومت کشمیر کا قبضہ تھا۔ تاریخ فرشتہ میں اس علاقہ کا ذکر موجود ہے۔ مغلوں کے وقت ہزارہ کا میدان اور پکھلی سرکار حاکم اٹک سے متعلق تھے۔

توزک بابری میں بابر جہاں ہندوستان کے حالات لکھتا ہے۔ وہاں پر پہاڑوں کے حالات کے تحت لکھتا ہے "شمال کی طرف دریائے سندھ پار ہوتے ہی سارے پہاڑ میں آبادی ہے اور وہ علاقہ ملک کشمیر کے علاقہ میں گنا جاتا ہے جیسے پگلی (پکھلی) سہنک وغیرہ کے علاقے۔ ان علاقوں میں سے اس زمانہ میں بہت سے علاقے گو کشمیر کے تعلق سے نکل گئے ہیں لیکن پہلے داخلِ کشمیر ہی تھے۔ کشمیر سے بنگالہ تک اس پہاڑ میں بڑا وسیع ملک ہے....."

مغلیہ سلطنت کا زوال

اور ہزارہ

اس زمانہ میں مغلوں کا زوال اور مقامی خاندانوں کی کمزوری سے باہر کی اقوام کے حملے شروع ہو گئے۔ اور افغانوں اور اُن سے متعلقہ اقوام نے داخل ہونے کی کوششیں شروع کر دیں۔ سب سے زیادہ قابلِ ذکر واقعہ سترھویں صدی میں سواتھیوں کے پے در پے حملوں کے بعد میدانِ پکھلی پر قبضہ کرنے کا ہے۔ وہ اپنے وطن علاقہ سوات سے پٹھانوں کے دباؤ سے نکلنے پر مجبور ہوئے۔ سوات سے نکلنے کے وقت وہاں کے سلطان کا نام سلطان پکھل تھا۔ اور جو جہانگیری سلاطین کے خاندان سے تھا۔ اُس کے نام پر پکھلی کا نام رکھا گیا۔ سب سے آخری حملہ اٹھارھویں صدی میں زیرِ قیادت سید جلال بابا ہوا۔ جس کا مقبرہ وادی بھوگڑ منگ میں ہے۔ ترک بے دخل کر دئے گئے اور سواتھیوں نے ضلع کے شمالی حصہ اور مغربی پہاڑی علاقہ پر قبضہ کر لیا۔

اسی طرح تناولی قوم کو دریائے سندھ سے پار مہابن کے علاقہ سے یوسف زیوں نے نکال دیا۔ اور

http://dilazak.org

یہ موجودہ علاقہ تناول میں آکر آباد ہو گئے۔

جدون بھی دریائے سندھ پار سے آکر علاقہ دھمتوڑ پر قابض ہو گئے اور ترکوں کو نکال دیا۔

قوم ڈھونڈ اور کرڑال نے گکھڑوں سے آزاد ہونے کی جدوجہد شروع کر دی۔

ترین قوم نے میدانِ ہزارہ میں گوجروں سے بہت سے حقوق مختلف مواضعات میں حاصل کر لئے۔

اور تربیلہ کے گوجروں نے اتمان زیوں کو پار علاقہ سے اپنی امداد کے لئے بُلا لیا۔ اور اتمان زیوں نے بیع و رہن سے ان گوجروں سے زمینیں لے لیں۔ یہ سب واقعات سترھویں صدی کے آخر اور شروع اٹھارھویں صدی میں ہوئے مستند تاریخی حالات کی عدم موجودگی میں ان اقوام کے متعلق صحیح تاریخی حالات معلوم نہیں ہو سکتے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ مرکزی حکومت کی کمزوری سے طاقت ور اقوام کمزور اقوام کو اپنے گھروں اور جائداد سے بے دخل کرتے رہے اور جس کی لاٹھی اُسی کی بھینس کے قانون پر عمل ہوتا رہا۔

اٹھارھویں صدی کا آخر نصف اور اُنیسویں صدی کی ابتداء

ہزارہ عہدِ دُرّانی میں

احمد شاہ ابدالی ۱۷۴۷ء میں بادشاہ ہوا۔ اور ۱۷۵۲ء میں کشمیر اور پنجاب اُس کے قبضہ میں آگیا۔

ہزارہ پر دُرّانیوں نے اقوام ہزارہ کے خوانین کے ذریعہ سے حکومت کی۔ اور مستحکم نظام بنانے کی خواہش نہ کی۔ ان خوانین کو بڑی بڑی جاگیریں دے کر اور وقتاً فوقتاً اپنی فوج کے لئے سپاہی بھرتی کرنے اور کشمیر کا راستہ پُرامن رکھنے ہی میں مصلحت سمجھی۔ اُنہوں نے ضلع کے شمالی حصہ پر خوانین سواتی کے ذریعہ، تناول کرڑال اور علاقہ گکھڑ میں اُن کے خوانین کے ذریعہ حکومت کی اور میدانِ گکھڑ میں اُن کے خوانین کے ذریعہ حکومت کی۔ اور میدانِ ہری پور پر اٹک کے حاکم یا ترینوں کے ذریعہ سے۔

اُنیسویں صدی کے شروع میں دُرّانی سلطنت کمزور ہو گئی اور ہزارہ کے لوگوں پر حکومت کرنی بھی مشکل ہو گئی۔ دُرّانی حاکم کشمیر اور کابل جاتے ہوئے راستہ میں اہلِ ہزارہ سے جو کچھ وصول ہوتا رہا اُسی کو غنیمت سمجھتے رہے۔ یہ دَور ایک قسم کی بدامنی کا تھا۔

عہدِ دُرّانی کے مشہور خوانین

اس عہد میں جب طوائف الملوکی کا دَور دورہ تھا۔ اُس وقت کے ایک دو خان جنہوں نے اپنی

قوم کی سرداری کی اور اُن کو نظم میں رکھا۔ وہ یہ ہیں:-

۱۔ سعادت خان۔ جو سواتھیوں کا خان تھا۔ اُس کا مسکن گڑھی سعادت خان (موجودہ گڑھی حبیب اللہ جو اس کے لڑکے کے نام سے موسوم ہے) دریائے کنہار کے کنارے پر تھا۔ اُس وقت اُس کا بہت اثر و رسوخ تھا۔ خوانین جدون اور تناول بھی اپنے معاملات برائے تصفیہ اُس کے پاس لے جاتے تھے۔

۲۔ راجہ جعفر خان۔ گکھڑ۔ خان پور (۱۷۸۹ء سے ۱۸۰۱ء)

۳۔ گل شیر خان تناولی۔ اس سے انگریز سیاح فارسٹر (FORESTER) نے ۱۸۷۳ء میں ملاقات کی تھی

۴۔ نجیب اللہ خان ترین جس نے میدان ہزارہ پر خوب دبدبہ سے حکومت کی۔ اس کی وفات ۱۷۹۹ء میں ہوئی۔ اُس کے بعد اُس کی بیوی نبی بیگم نے اپنے عامل مقدم مشرف کے ذریعہ سکھوں کے عہد کے آغاز تک حکومت کی۔

ان خوانین کے علاوہ باقی عام طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔ قبائل ایک دوسرے پر لوٹ مار، قتل غارت کرتے رہتے تھے۔ بدامنی اتنی تھی کہ لوگ حکومت کے کارندوں پر بھی دست درازی کرتے تھے۔ ان ایام کا نقشہ ایک واقعہ سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔ ۱۸۰۳ء میں حاکم اٹک نے ایک قاضی جو علاقہ چھچھ کا رہنے والا تھا۔ میدان ہری پور کا مالیہ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ سکندر پور (نزد ہری پور) میں آکر ٹھہرا۔ اس وقت تک سکندر پور ہی حکام کی جائے رہائش تھی اور ہری پور آباد نہ ہوا تھا۔ لیکن ترینوں اور مقدم مشرف نے ظاہراً اس سے ادائیگی مالیہ کی بات چیت کی۔ لیکن رات کے وقت حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا اور اس کے جو ہمراہی بچ سکے وہ بھاگ کر اٹک چلے گئے۔

احمد شاہ ابدالی کی وفات (۱۷۷۱ء) یا ۱۷۷۳ء (بموجب کننگھم) کے بعد اس کا بیٹا تیمور شاہ تخت نشین ہوا۔ وہ ۱۷۹۵ء (۱۷۹۳ء۔ کننگھم) میں فوت ہوا۔ تیمور شاہ کی وفات سے پہلے بارک زئی خاندان کا اثر و رسوخ سلطنت افغانستان میں ہو گیا تھا۔

تیمور شاہ کی وفات کے بعد اس کا تیسرا بیٹا شاہ زمان بہ مشورہ امراء و امداد پائندہ خان بارک زئی تخت پر بیٹھا۔ اُس وقت بارک زئی قوم کا ہاتھ اقبال نے پکڑا اور سدوزئی (قبیلہ احمد شاہ) نے بھی پر و بال نکالے۔ اکثر دُرّانی بہ تہمتِ سازش شاہ محمود پسر دوم تیمور شاہ قتل کئے گئے۔

ہزارہ اس عرصہ میں دُرّانیوں کے زیرِ نگیں رہا۔ اور ان کی آئے دن کی خانہ جنگیوں اور سازشوں سے یہ ضلع بھی متاثر ہوتا رہا۔

۱۸۰۶ء میں شاہ شجاع افغانستان سے پنجاب میں آگیا۔ اور سدوزئی خاندان کے تباہ ہونے پر

http://dilazak.org

بارک زئی کا قبضہ کافی حصہ افغانستان پر بہ سرکردگی دوست محمد خان ہو گیا۔ ہزارہ درانیوں کے کشمیر جانے کے لئے آسان راستہ تھا۔ اور اس علاقہ سے کافی رنگروٹ بھی بھرتی کئے جا سکتے تھے۔ لہذا درّانیوں نے اس علاقہ پر ان دو وجوہات کے لئے اپنی گرفت محفوظ رکھنے تک ہی رکھی۔ اور اندرونی امن و امان سے غرض نہ رکھی اور مالیہ کی وصولی کی بھی اتنی پرواہ نہ رکھی۔ اُنیسویں صدی میں درّانی حکومت کمزور ہو گئی۔

درّانی حکومت میں ضعف آنے کی وجہ سے ضلع ہزارہ کے لوگوں نے مالیہ دینا بند کر دیا۔ ان ایام میں ہزارہ ناظم اٹک کے متعلق تھا۔ نمو شاہ (علی مردان ثانی) فرزند احمد شاہ ناظم اٹک ہو کر آیا۔ ملک میں سرکشی عام ہوئی۔ مانکرائے کے ترک جو قوم غور غشتی سے مغلوب ہو کر اپنے علاقہ سے نکل گئے تھے۔ پھر باعانت حکومت دخیل ہو گئے۔

چوہدری عیسیٰ و موسیٰ گوجر دولتالے (حال کوٹ نجیب اللہ) جو پٹہ گوجری کے وارث تھے۔ ہمت خان ترین کے ہاتھ قتل ہوئے (اس قتل کی مفصل تاریخ بعد کے صفحات میں دی جائے گی) ملک میں بدامنی تھی۔ اور انتظام پوری طرح سے نہ ہو سکا۔ آپس میں لڑائی جھگڑے شروع ہو گئے۔ تو ان ایام میں کابل سے سمندر خان درّانی معہ کافی فوج آیا۔ الیاس ہزارہ کے ساتھ بہ مقام سہری (نزد کالو پنڈ بھیرہ) اُس کی بہت سی فوج ماری گئی۔ مگر سہری اس نے لے لی۔ (موضع سہری کوہ گندگر کے دامن میں ہے۔ اور بدامنی کے زمانہ میں سب الیاسیان میدان ہری پور کے لئے قلعہ کا کام دیتی تھی۔ اس مقام پر اور پھر اس سے بلند پہاڑی کی چوٹی سہری کوٹ پر اہل ہزارہ دشمن کی مقاومت کے لئے جمع ہو جایا کرتے تھے) سمندر خان موضع سہری فتح کرنے کے بعد اس کو اور اکثر دیہات ہزارہ کو جلا دیا۔ اور سخت بربادی بپا کی مگر پھر بھی انتظام نہ ہو سکا۔

۱۸۰۳ء میں حاجی وہاب قانون گو از علاقہ چھچھ حاکم ہزارہ ہو کر بمعہ فوج آیا۔ اور موضع سکندر پور میں (نزد ہری پور) جو اُس وقت اس علاقہ کے حاکم کا مرکز تھا، ٹھہرا۔ تمام خوانین ہزارہ کو بُلا کر فہمائش اور نصیحت کی۔ ان ایام میں محمد خان ترین پسر نجیب اللہ خان ترین باعداد مقدم مشرّف جو نہایت قوی دل شخص تھا ہزارہ پر غالب ہو چکا تھا۔ حاجی وہاب بطور حاکم وقت ہو کر آیا تھا دونوں کی رائے گفتگو میں مطابقت نہ ہوئی۔ محمد خان ترین بوجہ اختلاف گفتگو ناراض ہو کر اُٹھ گیا۔ اور اپنے اہل و عیال کو درویش سے نکال کر گلڈھیری علاقہ کنڈی کا ہل لے گیا۔ حاجی وہاب نے درویش کو جلا دیا۔ محمد خان نے تمام خوانین ہزارہ کو طلب کر کے مشورہ کیا اور دوسرے روز رات کے وقت حملہ کر کے حاجی وہاب کو قتل کر دیا اور اس کے دو سو سوار بھی قتل کر دئے۔ باقی مفرور ہو گئے۔

تاریخ ہزارہ فارسی قلمی از مہتاب سنگھ جو سردار ہری سنگھ کے وقت سے اس ضلع کا کاردار رہا۔ اس واقعہ کو تفصیل نے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ۱۸۰۰ء میں جب محمود شاہ تخت کابل پر بیٹھا تو اس نے سمندر خان درّانی کو بھیجا جس نے ملک ہزارہ میں بہت بربادی کی۔ اور اس کی بہت سی فوج بھی کام آئی۔ موضع سہری کو جلا دیا گیا اور باقی دیہات ہزارہ کو بھی سخت تکلیف پہنچائی گئی۔ شاہ محمود شاہ نے مہمات مملکت کو امراء کے حوالے کر دیا۔ اور ایک قلعہ دار قاعہ اٹک کی حفاظت کے لئے مقرر کر دیا۔ اور اقلیم چھچھ ہزارہ وغیرہ کا انتظام قلعہ دار اٹک کے حوالہ کر دیا۔ قلعہ دار نے قلعہ میں پہنچنے پر سب پرگنوں میں اہل کار مقرر کر دئے۔ چنانچہ ملک ہزارہ کی تحصیل مالیہ کے انتظام کے لئے حاجی وہاب خان جو ملک چھچھ کے قانون گویان میں سے تھا۔ ہزارہ بھیج دیا۔ حاجی وہاب خان تین سو سوار اور چند پیادوں کے ساتھ ہزارہ میں داخل ہوا۔ اور موضع قاضی پور حال سکندر پور کے ساتھ موضع ملکیار کے میدان میں پندرہ دن تک اپنا ڈیرہ رکھا۔ ہزارہ کے رئیس، ملک اور مال گزار فرداً فرداً آ کر سلام و مجرا کرتے رہے۔ اس کے بعد حاجی وہاب خان نے سب رئیسوں اور خوانین کو طلبی کے پروانہ جات لکھے۔ کہ وہ سب یک جا کر ملاقات کریں۔ ملاقات پر بعد از احوال پرسی و سلام کلام اُس نے خریف کا معاملہ طلب کیا۔ اس سوال و جواب میں تلخی پیدا ہو گئی۔ محمد خان ترین نے سخت جوابات دئے۔ حاجی وہاب خان کو حکومت کا پندار تھا۔ ہر دو کے درمیان موافقت نہ ہو سکی۔ اور تعلقات خراب ہو گئے۔ محمد خان مجلس سے اٹھ کر سید جادر درویش گیا۔ اور اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر موضع گلڈھیری (نزد نوروی) لے گیا۔ حاجی وہاب خان اس واقعہ سے خفا ہو کر درویش میں آیا۔ محمد خان کے گھروں کو برباد کیا۔ بعض کو آگ لگا دی اور بعض کو مسمار کر دیا۔ ان مکانات کی سب لکڑی جلانے میں استعمال کر دی۔ محمد خان کو اس بات سے سخت غصہ پیدا ہوا۔ ظاہراً زبانہ سازی سے تمام رئیسانِ ہزارہ کا جرگہ بلانے ادائیگی مالیہ بُلایا۔ تاکہ حاجی وہاب خان کے پاس جا کر مالیہ ادا کر دیا جائے۔ لیکن اندرون خانہ حملہ کی تیاری کی۔ مضبوط اور چست کمربند آدمی ہر سہ پٹی ترک، دلزاک و ترین سے اور کچھ تنولی و افغان اور مشوانی سے ساتھ لئے۔ اور حاجی وہاب خان کے ڈیرہ کے چاروں طرف صبح سویرے آ کر فوراً بندوقیں چلانی شروع کر دیں۔ حاجی وہاب خان ابھی خیمہ خواب گاہ سے بیدار نہ ہوا تھا۔ لیکن جرأت اور ہمت سے اُٹھا۔ کپڑے پہنے اور گھوڑے پر سوار ہو کر باہر آیا۔ لیکن نیند سے بیدار ہونے والے اور بیدار کے حالات میں تفاوت ظاہر ہے۔ آخر کار اس جنگ میں حاجی وہاب خان بمعہ اپنے ایک دو آدمیوں کے مارا گیا۔ اُس کی باقی سوار فوج نے اٹک کی راہ لی۔ جو کوئی بھی ڈیرہ میں موجود تھا گھوڑے پر

http://dilazak.org

سوار ہو کر سواروں کی معیت میں روانہ ہو گیا۔ اُنہوں نے اپنے بہت سے گھوڑے، اسلحہ جات اور سامان چھوڑ کر اپنی جان سلامت لے جانے ہی کو غنیمت جانا۔ جو بھی ذرا پیچھے رہا اس کو گرفتار کر کے گھوڑا، سامان اور اسلحہ لے لیا جاتا تھا۔

محمد خان ترین بمعہ مشرف ساکن کوٹ ان سواروں کا ہزارہ کی سرحد تک تعاقب کر کے بھگانے کے بعد واپس آئے۔ اور حاجی وہاب خان کا سب اسباب، خیمہ، بنات، گھوڑے، اسلحہ جات اور نقد و جنس لُوٹ لیا گیا۔

سکھوں کا عہد حکومت

درّانی حکومت کی کمزوری سے ہزارہ نسبتاً حاکم سے باغی ہونے لگا۔ اور سکھوں کی حکومت بھی چند ابتدائی شکستوں کے بغیر مستحکم نہ ہو سکی۔ رنجیت سنگھ نے اس ضلع کو ۱۸۱۸ء میں باضابطہ طور پر اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ لیکن ۱۸۲۰ء میں اس کے سپہ سالاروں کو شکست ہوئی اور ۱۸۲۱ء میں سردار امر سنگھ جیٹھیہ سمندر کٹھ (علاقہ کرڑال) میں قتل کر دیا گیا۔ اس پر سردار ہری سنگھ حاکم کشمیر کو ہزارہ بھیجا گیا۔ اُس کو تین سال سے زیادہ عرصہ قبائل ہزارہ کو مطیع کرنے میں لگ گیا۔ خان پور کے گکھڑوں کو ۱۸۳۶ء تک ہی مطیع کیا جا سکا۔ بہرحال ہزارہ پر حکومت کرنا اتنا آسان کام نہ تھا۔

۱۸۴۵ء میں پنجاب میں سکھ حکومت کے کمزور ہونے پر ہزارہ میں پھر بغاوت شروع ہو گئی۔ ۱۸۴۶ء میں دیوان مُول راج حاکم ہزارہ کو حسن ابدال میں پناہ لینی پڑی۔ لوگ ہری پور میں جمع ہوئے اور اپنی حکومت کا انتظام کرنے لگے۔ اس اثناء میں سکھوں کی پہلی لڑائی ختم ہو چکی تھی۔ مارچ ۱۸۴۶ء میں سکھ دربار اور حکومت برطانیہ کے معاہدہ کی رُو سے ہزارہ راجہ گلاب سنگھ راجہ جموں کے ماتحت آ گیا۔ لیکن ہزارہ کو ناقابلِ تسخیر سمجھ کر اوائل ۱۸۴۷ء میں گلاب سنگھ نے ہزارہ کو دوبارہ سکھ دربار کے حوالے کر کے اُس کے عوض میں جموں کے نزدیک کا علاقہ لے لیا۔ اور ۱۸۴۹ء میں سکھوں کی دوسری لڑائی کے نتیجہ کے طور پر ہزارہ برطانوی قبضہ میں آ کر پنجاب سے ملحق کر لیا گیا۔ ۱۸۴۷ء میں کپتان ایبٹ صاحب سکھ دربار کے حکم سے ضلع ہزارہ اور علاقۂ مہاراجہ گلاب سنگھ کی حدبندی کرنے کے لئے آیا۔ اور ہزارہ کا سرسری بندوبست کیا۔ اُس نے منصفانہ تشخیص مالیہ، خوانین کے ساتھ روادارانہ سلوک، اور وقتِ ضرورت مضبوطی و جرأت سے کام لے کر ایک سال کے اندر اندر اہلِ ہزارہ کو مطمئن

اور گرویدہ کر لیا۔

سکھوں کی دوسری لڑائی میں میجر ایبٹ نے اپنی ذاتی ہمت سے اپنی پوزیشن ہزارہ کے پہاڑوں میں جب کہ سکھ فوجوں نے اُس کے چاروں طرف گھیرا ڈال رکھا تھا قائم رکھی۔ حالانکہ کوئی بیرونی امداد اُس کو نہ مل سکتی تھی۔

زمانہ غدر میں میجر بیچر (BECHER) کے زیرِ حکومت رہا۔ اور کوئی فساد نہیں ہوا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد کوہاٹ حاکہ کی مہمیں جاری رہیں۔ اور ۱۸۶۸ء، ۱۸۸۸ء، ۱۸۹۱ء اور ۱۸۹۳ء کی چڑھائیوں نے ملک کو پُرامن بنا دیا۔

یہ عہد درّانی سے بعد کے وہ سرسری حالات ہیں، جو سکھوں کے متعلق بیان کئے گئے ہیں۔ سکھوں کے عہد کے مفصل حالات اگلے باب میں شرح وبسط کے ساتھ انشاء اللہ بیان کئے جائیں گے۔

سکھوں کا عہد حکومت[1]

پنجاب میں

ہزارہ میں سکھ حکومت کے عہد کے حالات بیان کرنے سے پہلے سکھوں کے ظہور، عروج اور زوال کی مختصر تاریخ بیان کی جاتی ہے تاکہ ہزارہ کے واقعات کے لئے پس منظر کا کام دے۔

تاریخی لحاظ سے سکھوں نے مقامی طور پر ۱۷۴۸ء سے ۱۷۶۷ء تک غلبہ حاصل کرنے کی کوششیں شروع کر دی تھیں جب کہ احمد شاہ ابدالی ہند پر حملہ آور ہوتا رہا۔ احمد شاہ کے آخری آمد ہندوستان ۱۷۶۷ء سے بعد تیس سال تک یعنی ۱۷۹۷ء تک سکھ حکومت لاہور پر قابض رہی۔ ۱۷۹۷ء میں شاہ زمان لاہور پر چڑھ آیا۔ لیکن تاوانِ جنگ لے کر واپس چلا گیا۔ دوسرے سال پھر وہ لاہور آیا۔ اور واپس جاتے وقت لاہور کی حکومت رنجیت سنگھ کے حوالے کر گیا۔ رنجیت سنگھ نے لاہور کی حکومت کو مضبوط اور مشہور کر دیا۔ انگریزی حکومت (برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی) نے رنجیت سنگھ کی موت، ۲۷ جون ۱۸۳۹ء بعمر ۵۹ سال سے بعد اپنے مقام حکومت (آگرہ۔ اودھ) سے للچائی ہوئی نظریں لاہور پر ڈالیں جس کی وجہ سے اُن کی سکھوں سے لڑائیاں شروع ہوئیں۔

---

[1] اقتباس پاکستان ٹائمز۔ ۱۹۶۴ء۔ ایم۔ زیڈ۔ اے خان

http://dilazak.org

جواہر سنگھ رانی جنداں (رنجیت سنگھ کی مہارانی) کا بھائی اور لال سنگھ رانی جنداں کا منظورِ نظر حکومت پر عملاً قابض تھے۔ جواہر سنگھ وزیر بنایا گیا لیکن خالصہ فوج کی مخالفت کی وجہ سے وہ ۲۱ ستمبر ۱۸۴۵ء میں قتل کر دیا گیا۔ حکومت پر فوج کا قبضہ ہو گیا۔ دل سنگھ وزیر اور تیجا سنگھ کمانڈر انچیف مقرر کیا گیا۔ ۱۷ نومبر ۱۸۴۵ء کو انگریزوں سے جنگ کا اعلان کر دیا گیا۔ اور سکھ فوج نے ۱۱ دسمبر ۱۸۴۵ء کو دریائے ستلج پار کر لیا۔

جنگ مُدکی ۱۸ دسمبر، فیروز پور ۲۱ و ۲۲ دسمبر اور بدوال ۲۱ جنوری ۱۸۴۶ء، علی وال ۲۸ جنوری اور سبراؤن ۱۰ فروری ۱۸۴۶ء میں ہوئی۔ سکھوں کو شکست ہوئی اور لاہور پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور ۱۸۴۶ء میں لاہور میں برٹش کونسل آف ایجنسی مقرر ہو گئی اور سب اختیار حکومت برٹش ریذیڈنٹ نے سنبھال لئے۔ اس کے بعد سکھ فوج اور آبادی نے بغاوت کر دی۔ اور پیش قدمی کرتے ہوئے ساٹھ میل تک پہنچ گئے۔ لارڈ گوو (GOUGH) نے فوج کی کمان سنبھالی اور مقام چلیانوالہ بتاریخ ۱۳ جنوری ۱۸۴۹ء سخت جنگ لڑی گئی۔ سکھوں نے اپنی انتہائی کوشش دوبارہ حکومت لینے کے لئے کی لیکن وہ ناکام رہے۔

اِن حالات کو پنجابی شاعر شاہ محمد نے اپنی کتاب نظم۔ جنگ نامہ میں وضاحت سے بیان کیا ہے۔ اُس نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی بہادری اور عروج کی داستان تفصیل سے بیان کی ہے اس کی وفات کے بعد سکھوں کے درمیان نااتفاقی کے حالات اور زوال کے حالات بھی بیان کئے ہیں۔ اس کے بیان کے مطابق رنجیت سنگھ کی موت کے بعد انگریزوں نے اپنے ایک ہوشیار اور تجربہ کار افسر ہنری براڈفٹ کو پنجاب کی سرحد پر بھیجا۔ تاکہ وہ انقلاب کے لئے ریشہ دوانی کرے۔ اُس کے پہنچنے کے تھوڑی مدت کے بعد انگریزی فوجوں نے ستلج سے پار کے علاقہ کپورتھلہ پر قبضہ کر لیا۔ جو کہ سکھ حکومت کے زیرِ تحفظ تھا۔ سکھوں نے علاقہ پر قبضہ کرنے کے لئے فوجیں بھیجیں۔ لیکن سکھوں کے سب افسر کمانڈر انچیف مصر تیجا سنگھ تک انگریزوں سے ملے ہوئے تھے۔ اور مہارانی جنداں بھی دشمن سے ملی ہوئی تھی۔ بایں ہمہ سکھ فوج نے بہت بہادری اور جانفشانی سے مقابلہ کیا۔ شاہ محمد کے بیان کے مطابق رشاہ محمد امرتسر کے نزدیک ایک گاؤں میں ۱۷۸۹ء میں پیدا ہوا تھا۔ اور ۱۸۶۲ء میں فوت ہوا۔ لہٰذا اُس کا بیان ایک عصری شہادت ہے) رانی جنداں نے انگریزوں کو خود دعوت دی تھی اور گلاب سنگھ اس تمام کارروائی کا سرغنہ تھا۔

اس کے جنگ نامہ سے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں ؎

جھنڈے نکلے، کوچ دا حکم ہویا — چڑھے سورمے سنگھ دلیر میاں
چڑھے پُتّ سرداراں دے چیل بانکے — جیسے بیلیوں نکلے شیر میاں
چڑھے سب مجیل دوآبیے جی — جنہاں قلعے نوائے نے ڈھیر میاں
شاہ محمدا چڑھے زنبور خانے — ہویا حکم، نہ لاوندے دیر میاں
مظہر علی تے ماکھے خاں کوچ کیتا — توپاں شہر تھیں باہر نکالیاں نے
بیڑا چڑھیا سلطان محمود والا — توپاں نال امام بخش والیاں نے
اُنہاں رب دا واسطہ پایا امی — مائی پھڈنا کسی تقصیر نوں جی
پردوں ملک فرنگی نے مار لیا — اُسی ماراں گے اُس بے پیر نوں جی
گھردی گئے فرنگی دے مارنے نوں — بیڑے توپاں دے سگوں کھوہا آئے
فیر آفتاں نوں مگر لائیو نی — سگوں اپنا آپ گوا آئے
خوشی وسدا شہر لاہور سارا — سگوں کُنجیاں ہتھ پھڑا آئے
شاہ محمدا! آکھدے لوک سنگھ جی — تُسیں چنگیاں پُوریاں پا آئے
راجہ گلاب سنگھ آپ چل کے — باہنوں پکڑ لاہور لیاندی ائی
صاحب لوک جی آساں پر دیا کرنی — اوہ تن اپنا کم بنا کو ڈا ائی
دِتے کڈھ مالوی دوآبیے جی — وچوں سنگھاں دی فوج کھسکواندا ائی
شاہ محمدا طرف کشمیر کے — تُرت جموں دل کُوچ کراوندا ائی

چلیانوالہ کی لڑائی کے بعد انگریزوں نے لاہور پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد گجرات کی لڑائی ۲۱ فروری ۱۸۴۹ء میں ہوئی۔ اور لارڈ گو (GOUGH) نے سکھوں کی تمام پریشان شدہ فوج کو تباہ کر دیا۔ دلیپ سنگھ کو باقاعدہ طور ۲۹ مارچ ۱۸۴۹ء میں گدی سے اُتار دیا۔ پنجاب انگریزی مملکت میں شامل کر دیا گیا۔ اس طرح سے سکھوں کی سلطنت گلاب سنگھ کی غداری اور مہارانی جنداں کی

لہ لڑکے ۲ دریا کے درمیان جنگل ۳ ماجھے والے ۴ دوآبہ والے ۵ توپ خانے ۶ سلطان محمود غزنوی کی مانند ۷ امام بخش کی توپوں کے ساتھ ۸ خدا کے لئے کوئی فکر نہ کرنا ۹ انگریزوں کو لاہور لے آیا۔ ۱۰ انگریز کمانڈر سے اپنے لئے مہربانی طلب کی ۱۱ مالوہ اور دوآبہ کے فوجی سپاہی نکال دئے ۱۲ کشمیر کا تحفہ نذر کر دیا۔

http://dilazak.org

سازش سے تباہ ہوگئی۔

سرگزشت گلاب سنگھ

جس کی غداری نے سکھ حکومت کی کشتی ڈبودی اور خود جموں اور کشمیر کا مہاراجہ بن گیا

مہاراجہ رنجیت سنگھ باہر کے علاقوں سے اپنے پروردہ لوگ بھرتی کرتا تھا۔ ان میں پہلا شخص خوشحال سنگھ برہمن علاقہ سہارن پور کا رہنے والا تھا۔ وہ سکھ ہوگیا۔ اور نئی بھرتی شدہ رجمنٹ میں شامل ہوگیا۔ بعد میں مہاراجہ کی پیشگی میں پیادہ ہوگیا۔ اور جلد ہی ۱۸۱۱ء میں جمعدار ہوگیا۔ یہ اور اس کا بھائی ۱۸۲۰ء میں جموں کے راجاؤں گلاب سنگھ وغیرہ سے مل گیا۔

گلاب سنگھ اسی جمعدار خوشحال سنگھ کی پلٹن میں سوار تھا۔

گلاب سنگھ عرف گلابو ۱۷۹۲ء میں ایک غریب خاندان میں پیدا ہوا۔

گلابو کی زندگی کا آغاز قلعہ منگلا کے قلعدار کے پاس تین روپیہ ماہوار پر بطور سپاہی ہوا۔ یہاں سے وہ ملازمت چھوڑ کر یا ناپسندیدہ قرار دے کر نکالا گیا۔ اور سلطان خان والئی بھمبر کی فوج میں ملازم ہوگیا۔ وہاں سے بھی وہ نکالا گیا۔ اور واپس اپنے گھر موضع اسمٰعیل پور جو جموں سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر، جموں پٹھانکوٹ سڑک پر واقع ہے، چلا گیا۔

گلابو کے دو چھوٹے بھائی دھیانو (دھیان سنگھ) سُچیتُو (سچیت سنگھ) تھے۔ دھیانو سکھ فوج میں بطور سپاہی ملازم ہوگیا۔ وہ کسی مہم میں مہاراجہ رنجیت کی قیام گاہ پر سنتری مقرر ہوگیا۔ مہاراجہ کو یہ خوبصورت ڈوگرہ راجپوت پسند آیا۔ اور اس کو اپنا ذاتی ملازم رکھ لیا۔ دھیان سنگھ نے بطور کمانڈر اور ناظم، اپنی قابلیت کا سکّہ مہاراجہ پر بٹھایا۔ اور جلد ہی شاہی امورات کا میر حاجب بن گیا۔ دھیان سنگھ کی ترقی خاندان کے عروج کا باعث بنی۔ گلاب سنگھ نے، جو پریشان و مایوس گھر بیٹھا ہوا تھا۔ بھائی کو ملازمت کے لئے پیغام بھیجا۔ دھیان سنگھ نے اس کو سپاہی بھرتی کرا دیا۔ اور جلد ہی اس کو فوج کا معمولی افسر بنوا دیا۔ گلاب سنگھ نے رئیس راجوڑی آغا جان کو گرفتار کر کے نام پیدا کر لیا۔

کلیم اللہ خاں وزیر آبادی کی تحریر شائع شدہ پاکستان ٹائمز مورخہ ۱۵-۶-۶۵ کے مطابق راجوڑی کے رئیس کا نام راجہ اگر خان تھا۔ اس نے بڑی بہادری سے سکھ حکومت، انگریزوں اور گلاب سنگھ کی فوجوں کا مقابلہ کیا۔ مگر اپنے بھائی کی غداری سے شکست کھا گیا۔ اور اپنی زندگی کے بقیہ دن بطور قیدی

بحوالہ پاکستان ٹائمز ۶-۶-۱۹۶۵ء

شاہی مسجد لاہور میں گزار دئے۔ لیکن معافی نہ مانگی۔

سب سے چھوٹا بھائی سچیت سنگھ بھی مہاراجہ کا ذاتی ملازم تھا۔ اس خوبصورت نوجوان نے اپنے اطوار سے مہاراجہ کو گرویدہ بنا کر ترقی کے زینے پر قدم رکھا۔

ان تینوں بھائیوں نے مہاراجہ پر اپنا اثر و رسوخ قائم کر کے یکے بعد دیگرے راجہ کا خطاب حاصل کر لیا۔ اور حکومت میں کافی اثر و رسوخ پیدا کر لیا۔

یہ تینوں بھائی میاں کے نام سے بُلائے جاتے تھے۔ ان بھائیوں کی لیاقت سے مہاراجہ اتنا متاثر ہوا کہ دھیان سنگھ کو ریاست پونچھ، سچیت سنگھ کو رام نگر اور گلاب سنگھ کو جموں دے دیا۔

ان تینوں بھائیوں میں گلاب سنگھ زیادہ ہوشیار اور چالاک تھا۔ جموں کے علاقہ میں سکھوں کے ذریعہ سے اپنی راجپوت قوم میں اپنا اثر و رسوخ بڑھاتا رہا۔ دھیان سنگھ کم ہوشیار لیکن سنجیدہ اور مہذب تھا۔ وہ رنجیت سنگھ ہی کے پاس رہا۔ گلابو اپنی غیر معمولی قابلیت کی بناء پر راجہ گلاب سنگھ بن گیا۔ وہ پُر اثر شخصیت اور فولادی عزم کا انسان تھا اگرچہ وہ اپنا نام مشکل سے لکھ سکتا تھا تاہم اپنی ریاست کے حساب کتاب کا خود ملاحظہ کیا کرتا تھا۔ اور اکثر اپنے گھوڑوں کے راشن کا دانہ بھی اپنے سامنے تُلواتا تھا۔ وہ گنوار طبیعت کا آدمی تھا۔ دارالحکومت کی رہائش بھی اس کو شائستہ نہ بنا سکی۔ میکریگر (MC GREGOR) کے مطابق اُس کے بھائی اس سے زیادہ شائستہ تھے۔ وہ ہمیشہ دارالحکومت میں ہی رہا کرتے تھے۔ اور گلاب سنگھ اپنی پہاڑی ریاست میں رہتا اور حدودِ ریاست کو وسیع کرنے کی فکر میں لگا رہتا۔

زیادہ شائستہ و مہذب (اِن کا چھوٹا بھائی) سچیت سنگھ بہ حیثیت شاندار مصاحب اور بہادر سپاہی، مہاراجہ کے پاس رہا۔ اور کوئی اختیار حاصل کرنے کی کوشش نہ کی لہذا اس کا کوئی دشمن بھی نہ تھا۔

جب مہاراجہ رنجیت سنگھ جون ۱۸۳۹ء میں مرگیا اور کھڑک سنگھ گدی پر بیٹھا۔ تو گلاب سنگھ کا چھوٹا بھائی اس کا وزیر اعظم مقرر ہوا۔ اس وقت ان تینوں بھائیوں نے محلاتی سازش کے جال پھیلانے شروع کئے۔ جس کے نتیجے میں سکھ حکومت کا مکمل خاتمہ ہوگیا۔

ایک بیان کے مطابق (مہاراجہ رنجیت سنگھ۔ یادداشت پہلی صد سالہ برسی۔ امرتسر ۱۹۳۵ء صفحہ ۲۴۷)

"دھیان سنگھ نے باوجود اظہار وفاداری، خفیہ طور پر اپنے بھائیوں کو پہاڑی علاقوں کی حکومت دے دی۔ اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کے تاج کے لئے اپنے لڑکے ہیرا سنگھ کے لئے کوشش کی۔" اس غرض کیلئے

http://dilazak.org

"ڈوگرہ بھائیوں۔ دھیان سنگھ، گلاب سنگھ نے سب وارثان تخت کو بالواسطہ یا بلاواسطہ قتل کرا دیا۔"
چونکہ مہاراجہ کھڑک سنگھ اِن ڈوگرہ بھائیوں کے تسلّط کے خلاف تھا۔ اس لئے دھیان سنگھ نے کھڑک سنگھ اور اس کے سب لواحقین کو قتل کرا دیا۔

اِن ڈوگرہ بھائیوں نے کنور نونہال سنگھ (کھڑک سنگھ کا اکلوتا بیٹا) سے سازش کر کے تخت پر اس کا قبضہ کرا دیا اور باپ کو اپنے گھر میں قید کرا دیا۔ چند ماہ بعد کھڑک سنگھ مر گیا۔ اغلباً اس کو زہر دیا گیا۔ کھڑک سنگھ کی موت ۵ر نومبر ۱۸۴۰ء بہ عمر ۳۸ سال ہوئی۔ جس دن کھڑک سنگھ کی لاش چتہ پر جلائی گئی اسی دن کنور نونہال سنگھ، روشنائی دروازہ کی محراب کے نیچے دب کر مر گیا۔ یہ دوسرا شکار ڈوگرہ بھائیوں کے ہاتھ سے ہوا۔ دھیان سنگھ ابھی تک وزیر اعظم تھا۔

یہاں پر آگے بڑھنے سے پہلے ان ڈوگرہ بھائیوں کے سب و نسب پر سرکار انگریزی کی یادداشتوں دربارہ ریاستہائے ہندوستان سے جموں اور کشمیر کے حالات درج کئے جاتے ہیں۔ جس سے ان بھائیوں کے حالات پر مزید روشنی پڑتی ہے۔

جموں اور کشمیر

راج ترنگنی (سنسکرت زبان میں تاریخ کشمیر) کے مطابق چودھویں صدی عیسوی تک بدھ مت اور ہندو مت کے خاندان اس ریاست پر حکمران رہے۔ چودھویں صدی عیسوی میں مقامی مسلمان خاندانوں نے حکومت سنبھال لی اور شہنشاہ اکبر کے عہد تک حکمران رہے۔ ۱۵۸۷ء میں یہ سلطنت دہلی کا صوبہ بن گئی۔ ۱۷۵۲ء میں احمد شاہ ابدالی نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اور ۶۷ سال تک درّانیوں کی حکومت رہی۔ ۱۸۱۹ء میں رنجیت سنگھ نے یہ علاقہ فتح کر لیا۔

جموں کی مختصر تاریخ

رنجیت دیو۔ ڈوگرا سردار (راجپوت) جموں کا راجہ تھا جو ۱۷۸۰ء میں مر گیا۔ گدی نشینی کے جھگڑے میں سکھوں کو جموں پر اپنا اقتدار جمانے کا موقعہ مل گیا۔ رنجیت دیو کے تین پوتے تھے جن کے نام یہ ہیں۔ گلاب سنگھ، دھیان سنگھ اور سچیت سنگھ ان تینوں نے لاہور دربار میں ملازمت اختیار کر لی اور اقتدار

لہ عہد انگریزی کی یادداشتیں۔ دربارہ ہندوستانی ریاستیں صہ ۵۶ سنہ ۱۹۲۱ء

حاصل کیا۔ ۱۸۱۸ء میں رنجیت سنگھ نے جموں کا علاقہ گلاب سنگھ کو اور میر، چمبل بمعہ پونچھ کے دھیان سنگھ کو اور رام نگر سچیت سنگھ کو بطور جاگیر دے دیا۔ سچیت سنگھ اور دھیان سنگھ ۱۸۴۳ء میں مارے گئے۔ دھیان سنگھ کے تین لڑکے تھے۔ ہیرا سنگھ۔ جواہر سنگھ اور موتی سنگھ۔ ا پنے والد کی جاگیر کا وارث ہیرا سنگھ ہوا۔ ۱۸۴۴ء میں اُس کی موت کے بعد لاہور دربار نے یہ جاگیر ضبط کر لی۔

۱۸۴۶ء میں پہلی جنگ سکھاں کے خاتمہ پر گلاب سنگھ نے حکومت انگریزی اور لاہور دربار میں ثالث کا پارٹ ادا کیا۔ معاہدہ صلح میں سکھ مہاراجہ کو پنجاب کا بہت سا حصہ اور ایک کروڑ روپیہ تاوان جنگ دینا پڑا۔ چونکہ وہ روپیہ ادا نہ کر سکتا تھا۔ اس کے عوض میں اس نے اپنا ملک از بیاس تا اٹک بمعہ جموں اور کشمیر کے دینا منظور کیا۔ لیکن لارڈ ہارڈنگ نے انتظامی و دفاعی مجبوریوں اور اس علاقہ سے آمدنی نہ ہونے کی وجہ سے یہ منظور نہ کیا۔ اس پر گلاب سنگھ یہ رقم اس شرط پر دینے کے لئے رضامند ہو گیا کہ اس کو جموں اور کشمیر کا خود مختار مالک مانا جائے۔ لہٰذا ایک دوسرے معاہدہ۔ معاہدہ امرتسر مارچ ۱۸۴۶ء کے مطابق جموں اور کشمیر ۷۵ لاکھ کے عوض دے دیا گیا۔ اور ۲۵ لاکھ کے عوض پر لاہول اور کلّو کا علاقہ سرکار انگریزی نے اپنے پاس رکھ لیا۔

گلاب سنگھ کو قبضہ حاصل کرنے میں مشکلات پیش آئیں کیونکہ سکھوں کے گورنر نے پہلے پہل مزاحمت کی۔ لیکن ۱۸۴۶ء کے آخر میں انگریزی فوجوں کی مدد سے وہ جموں اور کشمیر پر قابض ہو گیا۔

علاقہ پونچھ

یہ علاقہ بھی جموں اور کشمیر میں شامل تھا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ نے پونچھ وجیل اور دوسرے علاقے جواہر سنگھ اور موتی سنگھ کو دے دئے۔

مہاراجہ گلاب سنگھ ۱۸۵۷ء میں مر گیا۔ اور اس کا جانشین اس کا بڑا لڑکا رنبیر سنگھ ہوا۔ اس کی موت ۱۸۸۵ء میں ہوئی۔ اور مہاراجہ پرتاپ سنگھ گدی نشین ہوا۔

---

http://dilazak.org

شجرہ نسب

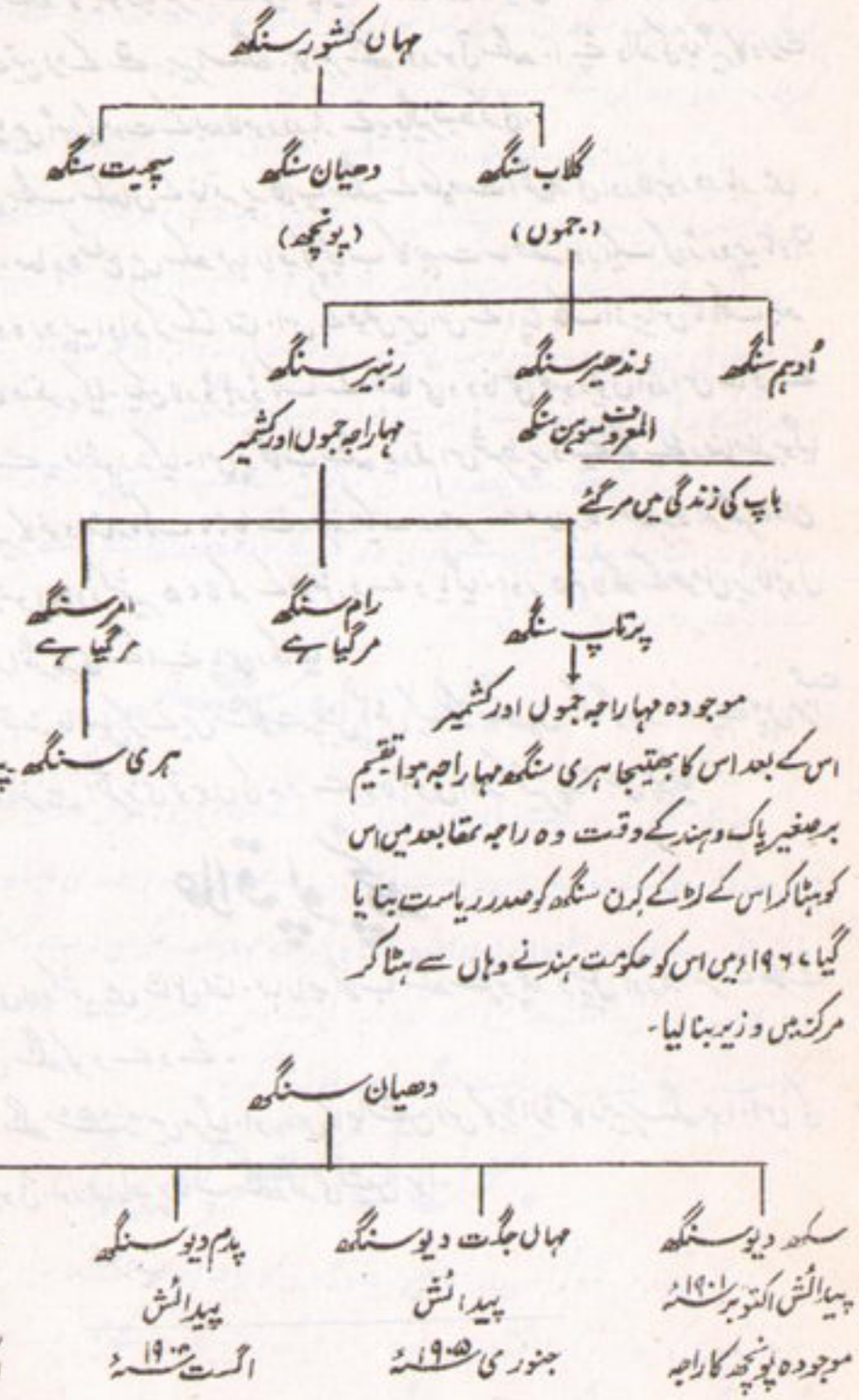

کنور نونہال سنگھ کی موت کا پس منظر

کنور نونہال سنگھ دل سے جموں کے راجاؤں (دھیان سنگھ و گلاب سنگھ) کو ختم یا کمزور کرنا چاہتا تھا۔
جنرل (VENTURA) اور سردار اجیت سنگھ سندھیانوالہ دونوں دھیان سنگھ کے مخالف تھے۔
نونہال سنگھ کابلی وفیاں سے مل کر انگریزوں کو نکالنا چاہتا تھا۔ اور جموں کے راجہ کو ختم کر کے خود مختار
مہاراجہ بننا چاہتا تھا۔ جس وقت وہ تخت پر بیٹھا اس کی عمر بیس سال تھی۔ دھیان سنگھ و گلاب سنگھ نے
اس کو راہ سے ہٹانے کے لئے قلعہ کا دروازہ اس کے وہاں سے گزرنے کے وقت گرانے کا خفیہ انتظام کر
لیا تھا۔ اور اس پر ایک پردہ ڈالا ہوا تھا۔ اور نونہال سنگھ کے ساتھ گلاب سنگھ کا بڑا لڑکا بیٹھا ہوا تھا
یہ تو اُسی جگہ مرگیا۔ لیکن نونہال سنگھ بعد کو رات کے وقت مرگیا۔
شیر سنگھ اس وقت لاہور میں نہ تھا۔ انگریز اس کے حق میں تھے۔ کیونکہ وہ اچھی طبیعت اور عیش و عشرت
کا دلدادہ تھا۔
دھیان سنگھ نے نونہال سنگھ کی موت کو خفیہ رکھا تاکہ شیر سنگھ آجائے۔
اس اثناء میں بی بی چاند کور بیوہ کھڑک سنگھ نے فوراً خلاف امید خود اختیار سنبھال لئے۔ اُس وقت
کسی نے مخالفت نہ کی۔ کہ عام طور پر مشہور تھا کہ شیر سنگھ رنجیت سنگھ کا لڑکا نہیں۔ سکھ سردار جموں
کے راجاؤں کے اثر و رسوخ کو پسند نہ کرتے تھے۔ چاند کور کی طرفداری بہت سے نامور لوگوں خاص کر
سندھیانوالہ نے (جو رنجیت سنگھ کے ہم جدی تھے) کی۔ مہارانی چاند کور نے ہیرا سنگھ (پسر دھیان سنگھ)
کو متبنّٰی بنا لیا۔ ساتھ ہی یہ بھی مشہور کر دیا کہ نونہال سنگھ کی بیوی کو حمل ہے۔ صلح صفائی کے لئے چند سکھوں
نے بیوہ نونہال سنگھ کی شادی شیر سنگھ سے کرا دینے کی تجویز کی۔ اور چند نے عطر سنگھ سندھیانوالہ سے۔
لیکن مہارانی نے اتفاق نہ کیا۔ اور خود ہی حکومت سنبھالنے کی ٹھانی۔
چند ہفتوں کے بعد حکومت کی تشکیل جو بیان کی گئی وہ یہ تھی:-
۱۔ مہارانی چاند کور بادشاہ۔ ۲۔ شیر سنگھ نائب (صدر کونسل حکومت) ۳۔ دھیان سنگھ وزیر۔ مگر یہ
معاہدہ عارضی ہی رہا۔ کیونکہ اس کے بعد شیر سنگھ اور دھیان سنگھ لاہور سے عموماً غیر حاضر رہتے تھے
اور اپنی جگہ پر جوڑ توڑ کرتے رہے۔
دھیان سنگھ کو شیر سنگھ کی۔ پدری حسب نسب مشکوک ہونے کی وجہ سے۔ کامیابی یقینی نظر نہ آتی تھی۔
لہٰذا اُس نے انگریزوں کو یہ باور کرایا کہ رنجیت سنگھ کا ایک لڑکا۔ دلیپ سنگھ۔ اُس کی بیوی یا وابستہ

http://dilazak.org

رانی جنداں سے تھا۔ یہ واقعہ نومبر۔ دسمبر ۱۸۴۱ء کا بیان ہوتا ہے۔

اگرچہ انگریزوں نے مہارانی چاند کور کو باضابطہ حکمران تو تسلیم نہ کیا لیکن اس کی حکومت کو بالفعل (DEFACTo) مان لیا۔

انگریز شیر سنگھ کے طرفدار تھے۔ اور دھیان سنگھ و گلاب سنگھ مہارانی کی حکومت کے۔ جو ہر حال میں مرد کی حکومت سے کمزور ہوتی ہے۔ بوجوہ طرفدار تھے۔ اور دھیان سنگھ مکمل طور پر وزیر مختار بننے کا خواہاں تھا۔ لیکن مہارانی کے صلاح کاروں نے اُس کو نزدیک نہ آنے دیا۔ لہٰذا وہ دور ہی رہا۔ لیکن اندرونی طور پر شیر سنگھ کو کہتا رہا کہ مناسب وقت پر وہ اس کی امداد کرے گا۔

۱۴ر جنوری ۱۸۴۱ء کو شیر سنگھ نے کچھ فوج ساتھ ملا لی اور قلعہ لاہور پر حملہ کر دیا۔ گلاب سنگھ اس حملہ کے خلاف تھا۔ سکھوں میں دو دھڑے ہو گئے۔ آخر کار مشورہ سے فیصلہ ہوا کہ رانی چاند کور کے ساتھ عزت کا سلوک کر کے اس کو بہت سی جاگیر دی گئی۔ آخر کار اس کو شیر سنگھ کے اشارے پر لاٹھیاں مار مار کر جون ۱۸۴۲ء میں مار دیا گیا۔

شیر سنگھ کا عہدِ حکومت

شیر سنگھ پنجاب کا مہاراجہ بن گیا۔ دھیان سنگھ حسب سابق وزیر رہا۔ فوج کی تنخواہ ایک روپیہ ماہوار زیادہ کر دی گئی۔

عطر سنگھ و اجیت سنگھ سندھیانوالہ کو شیر سنگھ سے خطرہ محسوس ہوا۔ وہ لاہور سے بھاگ کر انگریزی علاقہ میں چلے گئے۔ لیکن لہنا سنگھ سندھیانوالہ جو اپنی فوج کے ساتھ کلّو اور منڈی میں تھا۔ وہاں ہی رہا۔

فوج شیر سنگھ کی پوری حکم بردار نہ تھی۔ اور پرانے افسروں کو جن سے فوج کی عداوت تھی قتل کرنا شروع کر دیا۔ لاہور، کشمیر اور پشاور سب جگہوں پر یہی عمل کیا گیا۔

کشمیر میں مہاں سنگھ گورنر کو قتل کر دیا گیا۔ چند انگریز افسروں کو بھی قتل کر دیا گیا۔ پشاور میں جنرل (AVITABILA) کی بھی مخالفت کی گئی۔ وہ پشاور سے جلال آباد بھاگ جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ لوگوں کو خیال تھا کہ فوج ملک میں لوٹ اور غارت مچا دے گی۔ تُجار خوف زدہ تھے۔ شیر سنگھ خود گھبرایا ہوا تھا۔ کیونکہ انگریزوں کو ملک کا کچھ حصہ دے کر ان کی امداد لینا چاہتا تھا۔

لہنا سنگھ سندھیانوالہ کو اپنے فوجیوں نے منڈی کی پہاڑیوں میں قید کر لیا۔

اپریل ۱۸۴۱ء میں کشمیر میں گورنر کے قتل ہونے پر گلاب سنگھ کو امن بحال کرانے کے لئے بھیجا گیا۔ اُس نے

غلام محی الدین کو گورنر بااختیار مقرر کر دیا۔ یہ شخص گلاب سنگھ کا پروردہ تھا۔ اس طرح سے گلاب سنگھ نے کشمیر پر اختیارات حاصل کر لئے۔ مارچ ۱۸۴۴ء لہنا سنگھ مجیٹھیہ، زیارت مقامات مقدسہ (ہندوؤں و سکھاں) کے بہانہ سے پنجاب سے چلا گیا۔ اس کے بعد ایک مجہول آدمی لال سنگھ برہمن۔ جو جموں کے راجاؤں کا نوکر تھا۔ نے اثر و رسوخ پیدا کر لیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا ..... اثر رانی جنداں پر تھا۔ اور رانی کو حقارت کے الفاظ سے یاد کرتا تھا۔ اور رانی کے بھائی جواہر سنگھ کے ساتھ ہمیشہ نفرت سے پیش آتا تھا۔

شیر سنگھ کو ۱۵ر ستمبر ۱۸۴۳ء کو امرتسر میں اپنی فوجوں کا معائنہ کرتے ہوئے اجیت سنگھ (جو ان دنوں مہاراجہ کے بہت نزدیک ہو گیا تھا) بہانہ سے اس کے سامنے جا کر گولی سے ہلاک کر دیا۔ اُسی وقت لہنا سنگھ نے اس کے لڑکے پرتاپ سنگھ عمر بارہ سال کو قتل کر دیا۔

گلاب سنگھ نہایت زیرک انسان تھا۔ اس نے سلطنت انگریزی کے عروج کو بھانپ لیا۔ لہٰذا ان سے ماہ و رسم شروع کر دی۔ ۱۸۴۱ء میں اُس نے انگریزی فوج کو افغانستان پر حملہ کرنے کے لئے سکھ علاقہ سے گزرنے دیا۔ حالانکہ رنجیت سنگھ نے پہلی جنگ افغانستان کے موقعہ پر انگریزوں کو یہ رعایت نہ دی تھی۔ گلاب سنگھ نے انگریزوں کی سامانِ رسد سے بھی امداد کی۔ اس سلوک سے اس نے انگریزوں کو دوست بنا لیا۔

سکھوں کی پہلی جنگ ۴۶ - ۱۸۴۵ء کے دوران گلاب سنگھ نے خفیہ طور پر انگریزوں کی مدد کر کے اپنا مستقبل محفوظ کر لیا۔

شہر فیروز پور کی جنگ میں سکھوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کر کے انگریزی لشکر کا صفایا کر دیا تھا جب رات ہو گئی اور دونوں فوجیں اپنے اپنے کیمپوں کو چلی گئیں تو اُسی رات انگریزی کمانڈر نے سر ہنری ہارڈنگ گورنر جنرل کو جو کہ فیروز پور کے میدانِ جنگ سے قریب ہی خیمہ زن تھا یہ پیغام بھیجا۔

"کہ اگر سکھوں نے حملہ اُسی تندی اور جوش سے دوبارہ کیا جیسا کہ انہوں نے کل کیا تھا۔ تو ایک انگریزی سپاہی بھی میدانِ جنگ سے زندہ بچ کر نہ جا سکے گا۔ لہٰذا بہتری اسی میں ہے کہ ابھی رات کے اندھیرے میں فوج کو میدانِ جنگ سے ہٹا لیا جائے۔"

لیکن جواب آیا۔ "اپنی جگہ پر مضبوطی سے جمے رہو۔ کل تمہارا پلہ بھاری رہے گا۔"

ایسے حالات میں جب نیم جاں انگریزی فوج پر صبح نمودار ہوئی۔ تو مخالف سکھوں کی فوج سے میدان خالی تھا۔ انگریزوں کی فتح اور سکھوں کی شکست کے لئے کیسی سازش کر دی گئی۔

اس کا پس منظر یہ ہے کہ ان دنوں پنجاب میں ایک قابل پولیٹیکل افسر سر ہنری لارنس۔ جو کہ پہلی سکھوں

http://dilazak.org

کی جنگ میں سر ہنری ہارڈنگ گورنر جنرل کا صلاح کار تھا۔ اس نے گلاب سنگھ کو کشمیر، لداخ اور بالتستان دینے کا وعدہ کر کے ساتھ ملا لیا تھا۔ گلاب سنگھ کا اثر سکھ دربار پر بہت تھا۔ اس نے فتح مند سکھوں کو راتوں رات واپس لوٹ جانے کی ترغیب دی اور سکھ کمانڈر نے اس کی بات مان لی۔ یہ ایسا وقت تھا کہ اگر دوسرے روز سکھ لڑائی جاری رکھتے تو بقایا انگریزی فوج کا صفایا ہو جاتا۔ اس واقعہ کی تصدیق لفٹیننٹ جوزف کننگھم نے اپنی تاریخ (شائع شدہ ۱۸۴۹ء) سکھاں میں کی ہے۔ اس صاف گوئی کی بنا پر اس کو پولیٹیکل سروس سے پھر فوج کو بھیج دیا گیا۔

سبراؤں کی جنگ کے بعد گلاب سنگھ مصالحت کنندہ کے روپ میں نمودار ہوا اور سر ہنری لارنس کے صلاح کار کا کردار بھی ادا کیا۔ سکھ دربار کو کمزور کرنے کے لئے پنجاب کے حصے بخرے کر دئے گئے۔ اور تین حصوں میں اس کو تقسیم کر دیا گیا۔

۱۔ ایک حصہ سکھوں کے لئے چھوڑ دیا گیا۔

۲۔ دوسرا حصہ انگریزوں کی سلطنت میں شامل کر لیا گیا۔

۳۔ گلاب سنگھ کی خدمات اور نقد ادائیگی کے صلہ میں کشمیر بمعہ پہاڑی علاقوں کے اس کو دیا گیا۔ مہاراجہ کشمیر کا خطاب دے کر اس کو لاہور دربار سے آزاد کر دیا۔ اور سر ہنری لارنس کو مکمل اختیارات دے کر پنجاب میں ریذیڈنٹ مقرر کر دیا گیا۔

کشمیر حاصل کرنے کے لئے گلاب سنگھ نے پچہتر لاکھ روپیہ قسطوں میں ادا کیا۔ جو اس نے شیخ سوداگر (پسر مولا بخش ڈائرکٹر آرمی ٹرانسپورٹ و محکمہ رسد سکھ حکومت) سے لیا۔ اور اس کے صلہ میں اس کو وزیر بنا لیا۔

فروخت کشمیر کا یہ معاہدہ امرتسر میں ۱۵ مارچ ۱۸۴۶ء میں ہوا۔ جب معاہدہ کی تکمیل ہو گئی یعنی انگریزوں کو فتح دلانے کے صلہ میں گلاب سنگھ کو کشمیر اور بیاس سے سندھ تک کا کوہستانی علاقہ دیا گیا۔ اور اس کو اس علاقہ کا خود مختار راجہ مانا گیا۔ تو گلاب سنگھ اٹھا۔ اور دونوں ہاتھ جوڑ کر وائسرائے ہند کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ وہ ان کا زر خرید غلام ہے۔

اس فروخت پر جو اتنی کم رقم کے عوض ہوئی علامہ اقبالؒ نے اس کا ذکر شعروں میں کیا ہے ؎

باد صبا اگر بہ بینوا گذر کنی — حرفے ز ما بمجلس اقوام باز گوئے

دہقان و کشت و جوئے و خیاباں فروختند — قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند

اس واقعہ کی تصدیق تاریخ سکھاں مصنفہ کننگھم شائع شدہ لندن ۱۸۴۹ء سے ہوتی ہے۔

اس کے بعد جب مہاراجہ دلیپ سنگھ صغر سنی میں اپنی والدہ مہارانی جند ان کی سربراہی میں

سکھ تخت حکومت پر بیٹھا تو مہارانی جنداں نے گلاب سنگھ کو وزیر اعظم بنایا۔ یہ ایک سیاسی غلطی تھی۔ گلاب سنگھ نے حکومت کے تمام راز ہائے سلطنت سے انگریزوں کو باخبر کر دیا۔ سکھوں کی فوجی طاقت کو ناقص آلات حرب دے کر کمزور کر دیا جس سے سکھ سلطنت کا خاتمہ ہی ہو گیا۔

سکھوں کی دوسری لڑائی (مئی ۱۸۴۸ء تا فروری ۱۸۴۹ء) میں سکھوں کو گجرات کے میدان میں شکست فاش ہوئی۔ اور بقیہ پنجاب بھی انگریزوں کے قبضہ میں آ گیا۔ اور سکھوں کی حکومت ختم ہو گئی۔ یہی گلاب سنگھ کی خواہش تھی کیونکہ طاقت ور سکھ حکومت کی موجودگی میں وہ جموں اور کشمیر پر زیادہ دیر تک قابض نہ رہ سکتا تھا۔

سر لیپل گرفن اپنی تاریخ "رؤسائے پنجاب" میں گلاب سنگھ پر دوسری جنگ سکھاں کے شروع کرانے کا الزام دیتا ہے اور مزید لکھتا ہے کہ کس طرح گلاب سنگھ نے سکھوں کی شکست سے فائدہ اٹھایا سکھوں کی حکومت کے خاتمہ پر مہارانی جنداں اور دلیپ سنگھ کو جلا وطن کر کے ہندوستان بھیجا گیا۔

پہلے مہارانی جنداں کو ۲۰ اگست ۱۸۴۸ء میں قلعہ شیخوپورہ میں۔ لاہور سے ۲۵ میل دور۔ رہنے کی جگہ تجویز ہوئی۔ کچھ عرصہ بعد بنارس رہنے کا حکم ہوا۔ چند ماہ وہ وہاں رہ کر پوشیدہ طور پر راجہ نیپال کے ہاں چلی گئی۔ ۱۸۶۲ء میں مہاراجہ دلیپ سنگھ کی خواہش پر انگلستان چلی گئی۔ وہاں ۱۸۶۳ء میں انتقال کیا۔ دلیپ سنگھ کا انگلینڈ میں چار لاکھ سالانہ وظیفہ مقرر ہوا۔ وہاں اس نے انگریزی تعلیم حاصل کی۔ اور وہاں ہی شادی کر لی۔

اگرچہ گلاب سنگھ نے کشمیر لے لیا۔ پھر بھی اس کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ شیخ امام الدین گورنر کشمیر نے مقابلہ کیا۔ گلاب سنگھ کو انگریزوں سے درخواست امداد کرنی پڑی۔

لارڈ ہارڈنگ وائسرائے ہند نے اپنے کمانڈر انچیف کو ۲۲ ستمبر ۱۸۴۶ء حکم دیا۔ کہ بریگیڈیر ویلر (WHEELER) جالندھر دوآب سے اپنی فوجوں کے ساتھ گلاب سنگھ کی مدد کرے۔ لاہور دربار کو بھی امداد کا حکم دیا گیا۔ یہ سب فوج امداد کے لئے تیار ہوئی۔ سر ہنری لارنس نے امام الدین گورنر کشمیر کو مقابلہ کرنے سے دست بردار کرا دیا اور وہ اکتوبر ۱۸۴۶ء میں کشمیر چھوڑ کر پنجاب میں انگریزوں کا پناہ گزین ہوا۔ مہاراجہ گلاب سنگھ انگریزوں کی مدد سے سرینگر میں ۹ نومبر ۱۸۴۶ء کو داخل ہوا۔

کشمیر میں جگہ جگہ بغاوت ہوئی اور انگریزوں کی امداد سے لوگوں کو سخت سزائیں اور قتل عام کر کے مطیع کیا گیا۔ امن ہونے پر لوگوں پر سخت ٹیکس لگائے گئے۔ جس کے نتیجے میں لوگ غربت و افلاس کا شکار ہو گئے۔

http://dilazak.org

سکھوں کی حکومت

کے ہزارہ میں آغاز کے اسباب

قاضی وہاب کے قتل کا معاملہ عہدِ دُرّانی کا آخری واقعہ ہے۔ اب سکھ طاقت پکڑ رہے تھے۔ رنجیت سنگھ نے درّانیوں سے خود مختاری حاصل کر لی تھی۔ لیکن سکھ ہزارہ میں ۱۸۱۸ء سے پہلے داخل نہیں ہو سکے۔ اُن کو ہزارہ میں داخل ہونے کی دعوت ایک قتل کے واقعہ سے ہوئی۔ ۱۸۱۸ء میں ہاشم خان ترک ساکن مانک رائے نے اپنے مقابل سردار کاں خان ترک کو قتل کر دیا۔ محمد خان ترین کاں خان کا طرفدار تھا۔ لہٰذا ہاشم خان نے اپنے بچاؤ کی خاطر سکھوں کو اپنی مدد کے لئے بُلا کر ملک سے غدّاری کی۔ اُس کی دعوت پر مکھن سنگھ حاکم راولپنڈی پانچ سو سواروں کے ساتھ آ کر اس ملک پر قابض ہو گیا۔ اور سرائے صالح میں اپنا قلعہ بنایا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ۱۸۱۹ء میں کشمیر بھی فتح کر لیا۔ اور قلعہ اٹک بھی مہاراجہ کے تحت آ گیا۔ قلعہ اٹک کی حفاظت اور ملک چھچھ ہزارہ کے انتظام کے لئے بھائی حکم سنگھ چمنی کو مہاراجہ نے مقرر کیا۔ بھائی موصوف نے اپنے معتبر مکھن سنگھ نامی کو جو ایک دلیر آدمی تھا۔ ہزارہ کے معاملہ کی وصولی کے لئے مقرر کیا۔ مکھن سنگھ چند سوار لے کر آیا اور سرائے صالح میں قیام کیا۔ اور گڑھی خام جو پہلے سے موجود تھی اس کی مرمت کی۔ اس سے پہلے سردار مکھن سنگھ وجُون سنگھ راولپنڈی والوں کی طرف سے ایک دو فصل کا مالیہ بخشی لیکھراج نے ہزارہ سے وصول کیا۔ اور سرائے صالح میں گڑھی کی بنیاد رکھی۔ اور چند سپاہی اُس میں مقرر کئے۔ جب مکھن سنگھ از جانب بھائی حکم سنگھ آیا۔ تو وہ سپاہی اُس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کے فرمان کے مطابق کام کرنے لگے۔

اس وقت مبلغ بارہ ہزار روپیہ سال تمام کا ملک ہزارہ پر مقرر تھا۔ اور بموجب تقسیم ہر پٹی برابر ادا کرتی تھی۔ مکھن سنگھ کی آمد کے وقت فصل ربیع ۱۸۷۷ بکرمی کا خام تھا۔ چند دن انتظار کے بعد جب فصل پکنے لگی تو مکھن سنگھ نے محمد خان ترین کو جو اس وقت گل ڈھیری میں تھا۔ برائے مالیہ خط لکھا۔ محمد خاں نے جونہی اپنے منشی سے خط پڑھوا کر سنا۔ تو سخت جواب تحریر کیا۔ اس پر جانبین میں عداوت پڑ گئی محمد خان نے سب خوانین ہزارہ مشوانی، تنولی وغیرہ کے ساتھ اتفاق کر کے سکندر پور مشہور بہ قاضی پور میں اپنی جمعیت اکٹھی کی۔ یہ سن کر مکھن سنگھ اپنے سواروں سمیت جو چالیس کے قریب ہوں گے سرائے صالح

سے روانہ ہوا۔ اور بہ مقام شاہ محمد ۱۸۲۰ء میں جنگ کی۔ مکھن سنگھ اگرچہ بہادر مرد تھا۔ لیکن ملکی لوگ تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ ایک طرف چند سوار اور دوسری طرف ہزاروں ملکی اُدلس دریائے دوڑ میں چھپے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے بندوق سے فائر کر کے مکھن سنگھ کو گھوڑے پر سے گرا دیا۔ اور وہ وہیں مر گیا۔ اس کے مرنے کے بعد اُس کے باقی آدمی فرار ہو گئے۔ اور قلعہ سرائے صالح میں جا کر قلعہ بند ہو گئے۔ اُن کا محاصرہ کیا گیا دو تین دن کے بعد جرگہ سیّد علماء نے درمیان آ کر قسم و سوگند سے ان سپاہیوں کو قلعہ سے باہر نکالا۔ پیادہ سپاہی تو اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اور سواروں نے قلعہ اٹک کی راہ لی۔ اور تین سپاہیوں نے وہاں جا کر حکماں سنگھ کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔

اس پر گورنر اٹک حکماں سنگھ چمنی فوج لے کر آیا۔ اور موضع موٹہ (نزد موضع ڈنگی) اور سلطان پور (دریائے ہرو) میں جنگ ہوئی۔ (یہ جنگ ۱۸۲۱ء میں ہوئی اور محمد خان ترین نے مقابلہ کیا۔ اور حکماں سنگھ واپس چلا گیا۔ اس میں ڈنگی کے پانچ آدمی شہید ہوئے۔ وارث خان و سردار خان دو بھائی ڈنگی کے ترین اور تین فوکرا ایک لوہار اور دو موچی۔ ان کی زیارت گاہیں اب بھی ڈنگی میں موجود ہیں) لیکن اس نے محسوس کیا کہ وہ مخالفین پر غالب نہیں آ سکتا۔ لہٰذا وہ واپس چلا گیا۔ اور لاہور امداد کے لئے لکھا۔ لاہور سے کرنل الٰہی بخش اور دیوان رام دیال اُس کی مدد کے لئے آئے۔ ہزارہ کا کچھ حصہ مطیع ہو گیا۔ لیکن محمد خان ترین، سید خانی اُتمان زئی اور مشوانیوں نے سکھوں کا مقابلہ بہ مقام ناڑہ۔ گندگر کے دامن میں کیا۔ سکھوں کو شکست ہوئی اور دیوان رام دیال مارا گیا۔ اس کی سمادھی موضع کانڈل نکھلا بٹ میں موجود ہے

۱۸۳۱ء میں رنجیت سنگھ نے سردار امر سنگھ مجیٹھیہ کو میدانِ ہزارہ کا گورنر بنا کر بھیجا۔ سواتھیوں اور تناولی کا علاقہ حکومت کشمیر کے ماتحت تھا۔ نیا گورنر ہوشیار آدمی تھا۔ اس نے لوگوں کو اپنی طرف راغب کر لیا۔ دُرانیوں کے وقت کا بقایا مالیہ بھی وصول کر لیا۔ اور بنیا خراج بھی لے لیا۔ لیکن جب وہ حسن علی خان کرڑال سے ناڑہ (تحصیل ایبٹ آباد) پر جنگ کر کے فاتحانہ واپس آ رہا تھا تو اس کی فوج پر عقب سے حملہ کر کے کرڑالوں نے اُس کی فوج کو تباہ کر دیا۔ اور سردار امر سنگھ خود بھی قتل ہو گیا یہ واقعہ نالہ سمندر کٹھ معاون ہرو کے کنارے پہ ہوا۔

اس واقعہ کو تاریخ مہتاب سنگھ میں تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔ کہ ۱۸۳۱ء میں سردار امر سنگھ مجیٹھیہ جو ایک لائق افسر اور زمانہ کا بہترین تیر انداز تھا۔ ہزارہ کے انتظام کے لئے از طرف مہاراجہ رنجیت سنگھ مامور ہوا۔ اور موضع کوٹ (کوٹ نجیب اللہ) مسکن مقدم مشرّف میں مقیم ہوا۔ اور رعایا کی خاطر داری اور حسنِ سلوک میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ بہت سے کسانوں کو تقاوی پر

http://dilazak.org

تخم اور بیل دئے۔ اور لوگوں کی ہمدردی اور نیک نامی حاصل کی۔ بہت سے لوگ جو محمد خان ترین کی زبردستی اور تعدی سے ناراض تھے سردار موصوف کے پاس جمع ہوئے۔ اگرچہ سردار موصوف محمد خان کے ساتھ بھی حُسنِ سلوک سے پیش آتا تھا۔ لیکن اُس کی طرف سے بے فکر بھی نہ تھا۔

سردار موصوف کو چند کم عقل اوباشوں نے مشورہ دیا کہ موضع نگری و مکول جو پرگنہ ناڑہ کرڑالاں سے متعلق ہیں اور حسن علی خان کرڑال کی جائے رہائش ہیں اور اُس وقت اُس کا باپ محمود خان کرڑال بھی وہاں پر موجود ہے اِن پر حملہ کیا جائے۔ میدان ہزارہ میں تاخت و تاراج سے رُعب داب سلطنت قائم کرنا مشکل ہے۔ لیکن نگری مکول کو ختم کرنا آسان تر ہے۔ اس نے دانا اور زیرک لوگوں سے مشورہ طلب نہ کیا۔ اور ایک سو پچاس سواروں اور مردم حشرات۔ راجہ ہائے خانپور یہ و مردم ہزارہ کو ساتھ لے کر روانہ ہو گیا۔ اگرچہ یہ دونوں مواضعات فتح ہو گئے۔ اور جو لوگ ان دیہات میں تھے اُن سے چند قتل بھی ہو گئے مگر بہت بھاگ گئے۔ اور دونوں گاؤں سے مال مویشی اور متاع کافی لُوٹ سے حاصل ہوا۔ لیکن پہاڑی علاقوں میں زبردست جمعیت کے بغیر انجام کار جنگ ختم نہیں ہو سکتی۔

جس وقت کہ سردار موصوف خیریت سے واپس آنے لگا اور بعضے ملازمین اور مردم حشرات نے سامانِ لُوٹ مار لے کر اپنا راستہ لیا۔ تو سردار چند آدمیوں کے ساتھ رہ گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب سب لوگ لُوٹ مار کا سامان لے کر بہت دور نکل گئے۔ تو سردار چند سواروں کے ساتھ وادی سمندر خان (سمندر کٹھ) جو موضع سجی کوٹ نگری و مکول کے نیچے واقع ہے طہارت کے لئے نیچے اترا۔ تاکہ طہارت کرنے کے بعد حسبِ معمول افیم کھا کر اور سوار ہو کر واپس جائے۔ اس اثناء میں ملکی لوگ، سمندرال، ڈھونڈ[1] و چوکیال[2]، ہر سہ قوم جو قرب و جوار میں رہتی تھیں۔ ڈھول کے ساتھ شور و غوغا کرتے ہوئے سامنے آئے اور سردار مذکور کا وادیٔ سمندر خان میں محاصرہ کر لیا۔ سردار مذکور اپنے چند سواروں کے ساتھ وادی کے نیچے ندی کے کنارے طہارت کے لئے بیٹھا ہوا تھا۔ ملکی لوگ چاروں طرف سے اُس کے سر پر جمع ہو گئے۔ سردار موصوف نے اپنی فوج اور مشری لوگوں کو مدد کے لئے بلایا لیکن اُن میں سے کوئی بھی واپس نہ ہوا اور نہ مدد دی۔ سردار نے کمان اُٹھائی اور تین دفعہ دشمنوں پر تیر چلایا لیکن ہر دفعہ زہ کمان سے اتر گئی۔ لاچار سردار مذکور نے بمعہ اپنے چھوٹے بھائی ہری سنگھ نہایت بہادری و سرخروئی سے جان دی اور دونوں بھائیوں کی لاشیں ایک ماہ یا زیادہ ندی کے کنارے پڑی رہیں آخر کار ہندوؤں اور برہمنوں کی درخواست پر لاشیں وہاں سے لاکر سرائے صالح میں جلائی گئیں۔ ان پر سمادھی بنائی گئی اور اب تک ڈہری[1] قائم ہے۔

---

[1] اب اس جگہ اور نزدیک ہی برلب سڑک ایک باغ ہے۔

اس پر لاہور سے مائی سدا کور اور شیر سنگھ پسر رنجیت سنگھ معہ فوج لاہور سے آئے۔ انہوں نے میدان ہری پور میں اپنا کیمپ لگایا۔ اور تربیلہ میں ایک قلعہ بنایا۔ مالیہ پرنقر ثانی کی گئی اور مائی سدا کور نے محمد خان ترین کو اپنا مُنہ بولا بیٹا بنایا۔

اسی اثناء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے سردار ہری سنگھ کو جو حاکم کشمیر تھا۔ صوبہ کشمیر کا حساب دینے کے لئے لاہور بُلایا یا براستہ مظفر آباد و گڑھی حبیب اللہ اپنے سات ہزار سپاہیوں کے ساتھ روانہ ہوا جب وہ مانگل پہنچا۔ تو جدون اور تنولی بہ تعداد پچیس ہزار اس کا راستہ روکنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ بات چیت سے فیصلہ نہ ہو سکا۔ اُس نے شہر مانگل پر حملہ کر دیا اور شہر کو جلا دیا۔ (آج تک اس رقبہ میں ہل چلاتے ہوئے لوگوں کو جلی ہوئی لکڑیاں اور پرانے برتن زمینوں سے ملتے ہیں) دو ہزار کے قریب ملکی لوگ قتل ہو گئے اور بہت سے آگ میں کود کر اور شہر پناہ سے چھلانگیں مار کر بھاگنے میں مر گئے۔ ہری سنگھ نے بطور سزا پانچ اور چھ روپیہ کے درمیان جرمانہ ہر جدون گھر سے وصول کیا۔ اُس میں فوج مقررکی اور میدان ہری پور کی طرف روانہ ہوا۔ لاہور پہنچ کر مہاراجہ کی خدمت میں کشمیر سے خزانہ اور مال تحفہ پیش کیا۔ مہاراجہ اس سے اور اُسی کی فتح مانگل سے خوش ہو گیا اور اس سے گذشتہ حساب نہ لیا۔ اور اس کو تمام ہزارہ کا حاکم بنا دیا۔

مانگل کی جنگ کی تفصیل مہتاب سنگھ کی تاریخ ہزارہ فارسی میں حسب ذیل ہے:-

سردار ہری سنگھ مہاراجہ کا حکم برائے حاضری لاہور ملتے ہی اپنے لشکر کے ساتھ براہِ مظفر آباد کشمیر سے روانہ ہوا (۱۸۲۱ء) اور منزلیں جلدی سے طے کرتا ہوا پکھلی میں داخل ہوا۔ یہاں پر محمد خان ترین کے اتفاق و معیت میں ہزارہ کے لوگ، افغان جدون اور تنولیوں نے جمع ہو کر موضع مانگل کا راستہ روک دیا۔ یہ راستہ تنگ و دشوار گزار ہے۔ سردار ہری سنگھ نے کہا کہ مجھے مہاراجہ صاحب نے جلدی لاہور بلایا ہے۔ لہٰذا آپ سب لوگ راستہ چھوڑ کر اپنے اپنے علاقوں کو چلے جائیں۔ اس کام کے لئے محمد امین خان صوابی کے چچا نجیب اللہ خان اور لالہ راج کنور جو کہ شنکیاری کے قلعہ کی فوج کا افسر تھا۔ کو وکیل بنا کر افغانوں کے پاس بھیجا۔ کہ تمہارے ملک کے ساتھ کوئی غرض نہیں۔ میں لاہور جا رہا ہوں۔ تاکہ مہاراجہ کے ساتھ شامل ہو کر منکیرہ کی مہم پہ جاؤں چونکہ میرا جانا ضروری اور فوری ہے

(نوٹ) منکیرہ، ملتان کے شمال اور جھنگ کے مغرب میں ہے۔ سکھوں کے زمانہ میں یہ ایک چھوٹی سی ریاست تھی۔ دوآبہ سندھ ساگر (مابین دریائے سندھ و جہلم) میں۔ منکیرہ میں ایک زبردست قلعہ تھا۔ اس علاقہ کے گورنر کے والد حافظ احمد خان نے جو برائے نام کابل حکومت کے ماتحت تھا۔ بہت عرصہ تک سکھوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن اواخر ۱۸۲۱ء

http://dilazak.org

لہذا راستہ چھوڑ دیں۔ مہاراجہ کا اپنے فوری حکم کی تہ میں مصر دیوان چند ندیم و مشیر کار دربار مہاراجہ کی انگیخت تھی۔ وہ سردار ہری سنگھ کا مخالف تھا۔ اور اُس نے مہاراجہ کے کان بھرے تھے۔ کہ سردار ہری سنگھ آپ کے ساتھ شامل ہو کر مہم منکیرہ میں شامل ہونا نہیں چاہتا اور سُستی کر رہا ہے

مصر مذکور کا بھائی بھی مہاراجہ کے پاس اسی قسم کی چغل خوری کر رہا تھا۔ ان باتوں کو سُننے کے بعد سردار ہری سنگھ کی خواہش تھی کہ وہ جلدی لاہور پہنچ کر ان سخن سازوں کی باتوں کو ختم کر دے اس واسطے وہ صلح صفائی کے ساتھ جلد ہی مانگل سے گذرنے کی کوشش کرتا تھا۔ نجیب اللہ خان و لالہ راج کنور جتنی نرمی و صلح جوئی سے بات کرتے تھے۔ افغان اتنے ہی زیادہ ضد کرتے تھے۔ اور سردار ہری سنگھ کی طرف پیغام بھیجا۔ کہ سردار کشمیر سے پشمینہ اور بے شمار دولت لایا ہے۔ ہم پشمینہ کا محصول اور اپنے راستہ کے بدرقہ کا حق ضرور لیں گے۔ اگر سردار محصول و بدرقہ کا انکار کرتا ہے تو ہم ہرگز اُس کو اس راستے سے گزرنے نہ دیں گے۔ یہ بات سُن کر سردار اپنا ڈیرہ پکھلی سے کوچ کر کے مانسہرہ لے آیا۔ رات وہاں گزاری صبح پھر نجیب اللہ خان و لالہ راج کنور کو افغانوں کی طرف بھیجا۔ کہ مجھے جلدی جانا ہے اور چاہتا ہوں کہ تین روز کا سفر ایک روز میں طے کر کے مہاراجہ کے پاس پہنچ جاؤں۔ یہ دونوں مانگل میں پھر آئے اور بہت سمجھایا۔ لیکن جدونوں نے نہ مانا۔ یہاں تک کہ سردار کا ڈیرہ مانسہرہ سے کوچ کر کے سرحد جدون و پکھلی پر واقعہ بُت کے ساتھ فروکش ہوا۔ وقت نماز ظہر نجیب اللہ خان و لالہ راج کنور مایوس ہو کر ڈیرہ سردار میں حاضر ہوئے۔ اور افغانوں کی ضد و خودسری کے حالات بیان کئے کہ وہ کبھی بھی لشکر کا راستہ نہ چھوڑیں گے۔ صبح کے وقت سردار کوچ کر کے تکیہ مانگل جو مانگل سے بطرف شمال

بقیہ نوٹ ۴۷

میں مہاراجہ رنجیت سنگھ خود مقابلہ کے لئے گیا۔ رنجیت سنگھ کی عزت مندانہ شرائط پر قلعہ اس کے حوالے کر دیا گیا۔ اور ڈیرہ اسمٰعیل خان کا علاقہ اس کے عوض بطور جاگیر حافظ احمد خان کو دیا گیا (کننگھم تاریخ سکھاں ص ۱۵۹)

میجر ایبٹ نے اپنی ڈائری مورخہ ۳-۵-۱۸۴۸ء از ہری پور بہ جانب ریذیڈنٹ لاہور لکھا جب کہ اپریل ۱۸۴۸ء میں دیوان مولراج حاکم ملتان نے بغاوت کر دی تھی۔ کہ وہ ہزارہ سے فوجیں امداد کے لئے بھیجتا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ راستہ میں منکیرہ کا زبردست قلعہ ہے اس کو فتح کر کے ملتان پر بڑھنا ہوگا۔ وہ لکھتا ہے کہ منکیرہ کا قلعہ صحرا کے درمیان میں ہے۔ کچی اینٹوں کا حصار ہے اور چاروں طرف خشک خندق ہے۔ اس کو پہنچنے کے لئے دریائے سندھ سے دو لمبی منزلیں طے کرنی ہوں گی۔ اور اس فاصلہ کے درمیانی کیمپ میں کنواں کھودنے کی ضرورت ہو گی۔

ایک بندوق کے فائر کے فاصلہ پر ہے، فروکش ہوا۔ پھر وکیلانِ مذکور کو افغانوں کی طرف کہلا بھیجا کہ اگر آج رات راستہ چھوڑ دیں اور اپنے گھروں کو چلے جائیں تو اُن کے لئے مفید ہے۔ اگر وہ نہ گئے تو صبح لشکر اسی راستے سے گزرے گا۔ اور پھر شکایت نہ کریں، یہ آخری اطلاع ہے۔ چونکہ اُولس افغان نے ۲۵ ہزار کی جمعیت بہم پہنچا لی تھی اور موضع مانگل کو مورچہ بندی و خاربندی سے محکم کر لیا تھا۔ انہوں نے تیسری بار بھی انکار ہی کیا۔ اور کہا کہ بغیر محصول ہرگز راستہ نہیں دیں گے۔ یہ وکیل اس دفعہ بھی مایوس لوٹے۔ ان کی جمعیت مورچہ بندی و پختگی موضع مانگل اور غرور و سرکشی افغانان سے سردار کو آگاہ کیا۔ یہ سن کر سردار نے کہا۔ کہ اس زندگی سے موت بہتر ہے۔ بزرگوں کا مقولہ ہے کہ تلوار ہی آخری حیلہ اور علاج ہے۔ سردار موصوف نے اپنی مونچھوں کو تاؤ دے کر کہا کہ صبح ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا کس کو فتح اور کس کو شکست دیتا ہے۔ جو بھی شکست کھا گیا وہ نادم اور پشیمان ہو گا۔ پندرہ سولہ دفعہ سردار کو جوش آیا کہ حملہ کرے لیکن رات تھی خاموش ہو جاتا رہا۔ تمام رات سنگھوں کا لشکر اپنے اوراد اور وظائف میں مصروف رہا۔ صبح سویرے فوج کا میمنہ اور میسرہ بنا کر مانگل شہر کے دروازے اور ڈیوڑھی سے جو جانب شمال تھی سیدھا اس پر حملہ آور ہوا۔ چونکہ اتنا فاصلہ نہ تھا۔ سردار کے سوار ہوتے ہی مانگل میں اُولس افغانان بندوقیں سر ہونی شروع ہو گئیں۔ لیکن لشکر سردار مانگل کی دیواروں کے نزدیک پہنچ گیا۔ چند آدمی بندوق سے قتل اور زخمی ہو گئے لیکن سردار موصوف اس بات سے بے پرواہ ہو کر شمشیر برہنہ بدست گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے مانگل کے دروازہ پر جا پہنچا۔ سکھ ہر طرف سے حملہ کر کے دیواروں پر چڑھ کر مکانوں کی چھتوں پر جا پہنچے۔ چونکہ سکھوں کا ستارہ اقبال بلندی پر تھا۔ بغیر سیڑھی اور ستون کے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ بہت سے لوگ خوف سے مکانوں کے اندر چھپ گئے۔ سکھوں نے مکانوں کو آگ لگانی شروع کر دی۔ آگ کے لگتے ہی بہت سے لوگ مانگل سے نیچے کود پڑے۔ جس سے اُن کے ہاتھ اور پاؤں ٹوٹ گئے۔ افواہ ہے کہ دو ہزار کے قریب آدمی قتل ہوئے اور باقی کاہ در دہانِ گرفتہ معافی کے لئے حاضر ہوئے اور جان بخشی کرائی۔ سردار موصوف کو بہت [illegible] ہوئی۔ جدونوں کے کل مددگار جو ہزارہ، تنول، نارہ اور [illegible] سے لائے گئے تھے۔ سب اپنے گھروں کو بھاگ گئے۔ صبح کو جدونوں کا کل ملک خاک و خاکستر کر دیا جاتا۔ لیکن رات ہی کو جدون نواں شہر و دھمتوڑ کے کھتریوں کو ساتھ لے کر سردار موصوف کے سامنے حاضر ہوئے اور اپنی جسارت کا عذر کیا۔ کہ ہم لوگ زمیندار ہیں۔ ہمارا کچھ اختیار نہ تھا جو لوگ ہزارہ، تنول، نارہ و

http://dilazak.org

نیلاں و بیر نگلی سے یہاں جمع ہوئے تھے۔ انہوں نے ہمیں مجبور کیا کہ پشمینہ کا محصول ہم ضرور لیں گے۔

سردار موصوف نے اُن کے جرم کو معاف کر دیا۔ اور حکم دیا کہ سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر جا کر آباد ہو جائیں۔ کسی سے کچھ چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے گی۔ اور فیصلہ اس بات پر ہوا کہ ہر گھر سے پانچ روپیہ آٹھ آنہ از تمام ملک بجدون سہرسہ تپہ نواں شہر، مانگل، دھمتوڑ درجوعیہ سے تاوان بطور معاملہ سرکار لیا جائے۔ خانہ شماری کے لئے متصدی مقرر کر دئے گئے۔ اور کل رقم جمع کر کے سردار کے خزانچی کے حوالے کر دی گئی۔ سردار نے چند دن نواں شہر میں ٹھہر کر گڑھی خام کی مرمت کر کے سپاہی مقرر کر دئے۔ اس کے بعد وہ بمعہ فوج از راہِ چنبہ، نوشہرہ ہزارہ کی طرف روانہ ہوا۔ محمد خان ترین نے اپنا اہل و عیال پہاڑ پر (گلڈھیری) بھیج دیا۔ اور خود سری کوٹ کی طرف چلا گیا۔ اور اپنے بھتیجے بوستان خان کو سردار کی خدمت میں حاضر ہونے کو کہا۔ سردار موصوف بوستان خان کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ اور مہاراجہ صاحب والیٔ لاہور کے سامنے حاضر کر دیا۔

سردار ہری سنگھ نے مہاراجہ کے دربار میں حاضر ہو کر بہت سے تحائف اور اعلیٰ گھوڑے بمعہ زین طلاء نقرہ اور نقد پیش کش کے طور پر پیش کئے۔ مہاراجہ صاحب والیٔ لاہور بے حد خوش ہوئے اور دربارِ عام میں اپنی زبان سے آفریں کہی۔ ایک ردی کاغذ ہاتھ میں لے کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے بآواز بلند کہا کہ یہ ملک کشمیر کے حساب کا کاغذ ہے اور یہ سردار ہری سنگھ کو مانگل کی فتح کے عوض میں معاف کر دیا گیا ہے۔ یہ کلمات سن کر سردار ہری سنگھ کے دوست خوش ہوئے اور دشمن نادم و پریشان۔

ہری سنگھ کا عہدِ حکومت

اور

ہزارہ کے واقعات ۱۸۲۲ء تا ۱۸۳۷ء

ہری سنگھ ۱۸۲۲ء سے ۱۸۳۷ء تک سوائے چند مختصر وقفوں کے ہزارہ کا حاکم رہا۔ اُس نے اپنی شجاعت اور طاقت سے ہزارہ کو مطیع کیا اور سکھوں کی حکومت کو مضبوط کر دیا۔

اُس کے حالات کو مہتاب سنگھ نے اپنی تاریخ ہزارہ (فارسی قلمی) میں تفصیل سے بیان کیا۔ جو من وعن درج ذیل ہے:-

کشمیر سے واپسی پر مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دربار میں حاضری اور خوشنودی کے بعد سردار ہری سنگھ رخصت لے کر اپنے مسکن گوجرانوالہ میں آیا۔ موسم برسات اپنے وطن میں گزارا۔ دسہرہ کے مبارک دن پر

سب دستور سب فوج اور افسران مہاراجہ کے حضور حاضر ہوتے تھے۔ سردار ہری سنگھ بھی حاضر ہوا دسہرہ کے ایام کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ پشاور کے لئے روانہ ہوا۔ راستہ میں چھیلو جھنگی نزد راولپنڈی میں مقام کیا اور اپنی فوج کو سردارانِ پشاور سے گھوڑے لانے کے لئے روانہ کیا۔ اور بذات خود فوج کے ساتھ وہیں قیام کیا۔ یہاں پر محمد خان ترین بوساطت مصر دیوان چند، جو سردار ہری سنگھ کا سخت دشمن تھا، مہاراجہ صاحب والیٔ لاہور کے سامنے پیش ہوا۔ مہاراجہ صاحب خان موصوف سے مہربانی کے ساتھ پیش آئے اور خلعت عنایت کی۔ اور سردار ہری سنگھ کو ہزارہ کا حاکم بنایا۔ اور محمد خان ترین کو اُس کے ہمراہ رخصت کیا۔ اور سردار ہری سنگھ کو حکم دیا کہ وہ خان موصوف کی عزت و حرمت کا پاس کرے۔ اور بیس ہزار روپیہ کی جاگیر از ملکِ ہزارہ واگذار کرے۔

سردار ہری سنگھ نے بمعہ محمد خان ترین ۱۸۲۲ء میں وارد ہزارہ ہو کر ملک ہزارہ کی حکومت سنبھالی اور محمد خان ترین کو بیس ہزار کی جاگیر مندرجہ ذیل مواضعات سے دی۔

موضع جاگل، ڈھینڈہ، میلم، درویش، موضع بھیرہ، کالس عالم، گل ڈھیری، پنڈ خان خیل بمعہ بعض دیگر مواضعات۔

محمد خان ترین اس پر راضی نہ ہوا۔ اور کہا کہ اس کو پوری جاگیر بمطابق حکم نہیں دی گئی۔ صرف سترہ ہزار روپیہ کی جاگیر اس کو ملی ہے۔ اس پر مہاراجہ نے موضع پوڑ بعوض تین ہزار روپیہ کا پروانہ خان موصوف کو عطا کیا۔

اگرچہ خان موصوف کی تعظیم و تکریم از دربار مہاراجہ صاحب بہت ہوتی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ بوجہ تُند مزاجی کے راضی نہ ہوا۔ اور سردار ہری سنگھ کے ساتھ ان بن رہی۔ اُس کے ایماء پر لوگ معاملہ میں پس و پیش کرتے رہے۔ اور بہت سے لوگ بھاگ کر سری کوٹ میں جمع ہو گئے۔ اور بعض خوانین نے موضع سری دامن گندگر (نزد کالو پنڈ بھیرہ) میں پناہ لے رکھی تھی۔ اور معاملہ نہیں دیتے تھے۔

سردار علی الصبح سوار ہو کر بمعہ توپ و سوار و پیادہ سری (۱۸۲۳ء میں) پر حملہ آور ہوا۔ مخبران نے لوگوں کو حملہ کی خبر پہلے ہی دے دی۔ لوگوں نے اپنے اہل و عیال کو وہاں سے نکال کر پہاڑ پر بھیج دیا۔ اور خود گھروں میں قلعہ بند ہو گئے۔ سردار کی طرف سے توپ کے گولے اور بندوق کی گولیاں دیواروں پر لگ کر بے اثر ہو جاتی تھیں۔ اور محصورین کی جانب سے گولیاں سردار کے ملازمین کو لگتی تھیں دوپہر تک جنگ ہوتی رہی۔ آخر کار ان لوگوں کی امداد کے لئے مشوانی، تربیلہ کے اُتمان زئی۔ دریائے سندھ

http://dilazak.org

سے پار کے یوسف زئی بھی پہنچ گئے۔ چند سکھ سپاہی جو پہاڑی پر چڑھ گئے تھے ان کو مشوانیوں نے حملہ کر کے وہیں ڈھیر کر دیا۔ سردار کو کامیابی کی امید نہ رہی۔ اور سردار کی فوج عاجز آ کر واپس آ گئی۔ مقدم مشرف (جو اس وقت محمد خان کے خلاف اور سکھوں کا طرفدار ہو گیا تھا) اس کے مشورہ سے سب فوج سکھوں کی اپنے مقام پر واپس آ گئی۔

قلعہ کرشن گڑھ کی تعمیر اور شہر ہری پور کی بنیاد ۱۸۲۳ء کو رکھی گئی۔ قلعہ ہرکشن گڑھ ابھی زیر تعمیر تھا مہاراجہ رنجیت سنگھ برائے سیر ڈیرہ اسمٰعیل خان، ڈیرہ غازی خان وغیرہ کی طرف بمعہ لشکر روانہ ہوئے۔ اور سردار ہری سنگھ کو پروانہ بھیجا کہ وہ اپنی جمعیت کے ساتھ آ کر شامل ہو۔ یہ حکم ملتے ہی سردار ہری سنگھ نے دو سو سوار اور پانچ سو پیادہ سپاہی جو ان دنوں ہی میں نئے ملازم رکھے گئے تھے۔ اپنے بڑے لڑکے گوردت سنگھ کی زیر کمان ہزارہ کی حفاظت کے لئے چھوڑے۔ چونکہ یہ لڑکا خورد سال تھا لہٰذا اس کے خسر سردار ہرسا سنگھ کو اُس کا مشیر اور دارالمہام بنایا گیا۔ سردار ہری سنگھ خود مہاراجہ صاحب کی معیت کے لئے ڈیرہ اسمٰعیل خان کی طرف روانہ ہوا۔ منزلیں طے کرتا ہوا یہ مقام کوٹلہ خام مہاراجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

اُس کی غیر حاضری میں سردار ہرسا سنگھ نے کسی ضرورت کے لئے موضع درویش جو محمد خان کی جاگیر میں شامل تھا شیشم کا ایک درخت کٹوا لیا۔ محمد خان کو اس بات پر غصہ آیا۔ اور ڈھول بجوا کر ملکیہ لوگوں کو جمع کر کے قلعہ ہرکشن گڑھ کا محاصرہ کر لیا۔ اور نوبت اس حد تک پہنچ گئی کہ کوئی سپاہی قلعہ سے باہر نہ جا سکتا تھا۔ سردار ہرسا سنگھ و گوردت سنگھ بہت تنگ ہوئے۔ لاچار سردار ہری سنگھ کو ان حالات سے بذریعہ عرضی باخبر کیا۔ یہ خبر بہ مقام شیب پور سردار موصوف کو ملی اور وہ فوراً یہ عرضی لے کر مہاراجہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ مہاراجہ نے سردار موصوف کو بمعہ اپنی فوج اور سردار بدھ سنگھ کے ڈیرے کے ہمراہ رخصت کیا۔

ہزارہ پہنچنے کے لئے مسافت بہت تھی۔ اور طے کرنے میں کافی وقت لگ گیا۔ ہزارہ پہنچنے سے قبل قوم صواتی نے، نندھیاڑ، کونش اور بھوگڑ منگ سے جمع ہو کر قلعہ شنکیاری کا محاصرہ کر لیا۔ اور سپاہیوں کو قلعہ سے باہر آنا دشوار ہو گیا۔ موضع شنکیاری کے کھتری اور ہندو آبادی مسلمانوں کے خوف سے قلعہ کے اندر جمع ہو گئے۔ اور جو سامان وہ اٹھا کر لا سکتے تھے۔ وہ ساتھ قلعہ میں لے آئے۔ جو سامان گھروں میں رہ گیا تھا۔ وہ لُوٹ لیا گیا۔ چند دن یہ محاصرہ قائم رہا۔ امداد آنے میں دیر ہونے کی وجہ سے لوگوں نے قلعہ پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ اس اثناء میں تنولی اور افغان بھی جمع ہو گئے۔ جو لوگ قلعہ کے اندر تھے

ان سب کو قتل کر دیا۔ اور جو کھتری قلعہ کے اندر تھے ان کو قید کر کے ٹکری و نندھیاڑ کی طرف بھیج دیا۔ بعد میں ان کھتریوں اور عمر رسیدہ عورتوں سے جرمانہ لے کر رہا کر دیا۔ اور جوان عورتوں کو اپنے نکاح میں لے لیا۔

اسی طرح کا فساد ملک جدون میں بھی برپا ہو گیا۔ اور افغانوں نے قلعہ نواں شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اور اس پر بندوقوں سے گولیاں چلانی شروع کر دیں۔ چونکہ قلعہ کے اندر ایک توپ تھی۔ اس واسطے نزدیک نہ آ سکے اور دور سے ہی بندوقیں چلاتے رہے۔ اور ابھی تک حملہ نہ کر سکے تھے۔ کہ سردار ہری سنگھ ہزارہ میں پہنچ گیا۔ پہنچتے ہی سردار ہرسا سنگھ کو آٹھ توپوں اور چند سوار و پیادہ کے ساتھ قلعہ نواں شہر کی امداد کے لئے بھیجا۔ سردار ہرسا سنگھ کے پہنچنے سے سپاہی حوصلہ مند ہو گئے۔ قلعہ میں خوراک کا ذخیرہ کم تھا۔ سپاہیوں کی طرف سے سردار ہری سنگھ کی خدمت میں عرض پیش کی گئی۔ کہ اس کا انتظام کیا جائے۔ سردار ہری سنگھ نے مزید امداد کے لئے مہاں سنگھ کو چند سوار و پیادہ کے ساتھ اور کچھ مبلغات برائے خرید جنس بھیجا۔ لیکن ان حالات میں جب کہ علاقہ کے لوگ محاصرہ قلعہ پر بیٹھے تھے خرید جنس نہ ہو سکتی تھی۔ لہٰذا مہاں سنگھ نے دو روز گزار کر تیسرے روز موضع نواں شہر پر حملہ کر دیا۔ اگرچہ اہالیانِ دہ نے دیواروں اور مکانوں کی چھتوں پر مورچہ بندی کر رکھی تھی اور وہاں سے بندوقیں چلا رہے تھے۔ دو تین سوار اور تین چار پیادہ ان گولیوں سے قتل بھی ہوئے۔ لیکن اس نقصان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سردار مہاں سنگھ نے پُرزور حملہ کر دیا اور یک دم موضع نواں شہر میں داخل ہو گیا۔ پہلے پہل ایک مسجد جس میں تقریباً دو سو مسلمان جمع تھے، محاصرہ کیا۔ اور چاروں طرف سے مکان کو آگ لگا دی۔ بہت سے لوگ اندر ہی جل کر مر گئے اور جو باہر آئے اُن کو تلوار اور بندوق سے قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد نواں شہر کے لوگ گاؤں خالی کر کے بھاگ گئے۔ سکھوں نے نواں شہر سے جتنا غلّہ وہ سروں پر اٹھا کر لا سکتے تھے۔ لا کر قلعہ میں جمع کر دیا۔ اور مکمل فتح حاصل کر لی۔ تاکہ پھر کوئی اس طرح کی جرأت نہ کرے۔

سردار بدھ سنگھ سندھیانوالہ کی فوج سردار ہری سنگھ کے ساتھ ہزارہ میں آئی تھی۔ انہوں نے محمد خان ترین و ترک وغیرہ کو دغلانا شروع کر دیا۔ سردار بدھ سنگھ نے ایک گھوڑا محمد خان ترین سے تحفہ کے طور پر قبول کر لیا۔ اور اس کی طرفداری کرنے لگا۔ اس کی شکایت سردار ہری سنگھ نے مہاراجہ صاحب کی خدمت میں کی۔ مہاراجہ نے سردار بدھ سنگھ کو واپس بُلا لیا۔ اور اس کی جگہ دوسری فوج بھیج دی۔

قلعہ نواں شہر کے محاصرہ کے اٹھ جانے سے بعد سردار ہری سنگھ بمعہ تمام فوج پکھلی کی طرف

http://dilazak.org

روانہ ہوا۔ اور نواں شہر کی کارپردازی و تحصیل معاملہ کے لئے شاہ نام کھتری ساکن حضرو کو مقرر کیا۔

جب سردار مانسہرہ پہنچا تو وہاں ایک مضبوط قلعہ بنوایا۔ چند روز مانسہرہ میں ٹھہر کر ملک کے حالات سے آگاہی حاصل کی۔ کہ شنکیاری کے قلعہ کی فتح کے بعد مسلمانوں نے کتنی زیادتی کی۔ اور ہندوؤں کی عورتیں ابھی تک مسلمانوں کی قید میں ہیں۔ وہ اس کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ اور اس سوچ میں تھا کہ یکایک رات کو کسی جگہ پہنچ کر مسلمانوں کے بچوں اور عورتوں کو گرفتار کرے۔ اپنے رازداروں سے اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مشورہ کرتا تھا۔ بے شمار دولت خواہوں نے سردار کو کہا۔ کہ تمام ملک پکھلی ویران ہے۔ کوئی صواتی گاؤں آباد نہیں۔ اگر کسی گاؤں میں کوئی ہے تو وہ صرف ضعیف، کمزور و مزدور لوگ ہیں۔ اگر ہمت کر سکتے ہیں اور فاصلہ کی پرواہ نہیں کرتے تو ملگ اگرور سولہ کوس کے فاصلہ پر ہے۔ بلکہ پکھلی کے صواتی بھی وہاں ہی جمع ہیں۔ سردار ہری سنگھ نے یہ بات سن کر دوری کا خیال نہ کیا اور حملہ اگرور کی تیاری شروع کر دی۔ یہ تجویز خفیہ رکھی۔ اور فوج کو حکم دیا کہ دو تین روز کی روٹی پکا کر ساتھ لے لیں کہ کسی طرف جانے کا ارادہ ہے۔ آدھی رات کو سوار ہو کر درہ اگرور کے راستہ پر روانہ ہوئے۔ چونکہ اس طرف جانا پہلی دفعہ ہوا تھا۔ راستہ بھول گئے اور رات پائیں پکھلی ہی میں گزر گئی۔

صبح روشنی ہونے پر اگرور کے راستہ پر روانہ ہوئے اور دوپہر کے وقت اگرور میں داخل ہوئے اگرور کی آبادی زیادہ تھی لیکن مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ ہر ایک نے اپنا اہل و عیال ساتھ لے کر فرار ہونا شروع کیا۔ فوج نے پہنچتے ہی مسلمانوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ اور شنکیاری سے دو چند بلکہ زیادہ قتل عام کیا گیا۔ اور بچوں اور عورتوں کو قید کر کے فوج کے زیر حراست رکھا گیا۔ سکھوں کی فوج نے رات وہیں گزاری۔ دوسرے دن درہ کونش کی طرف کوچ کیا۔ درہ کونش و نندھیاڑ سب بے چراغ ہو گئے تھے۔ ایک دن درہ کونش کے سر پر میدانِ چھتر میں فوج سردار نے قیام کیا۔ دوسرے دن شنکیاری کی طرف مراجعت کی۔ اور قلعہ شنکیاری کو از سر نو مرمت کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد چونکہ موسم برسات آ گیا اس واسطے وہاں سے واپس ہو کر براہِ مانسہرہ دپادا (سرحد تناول کا شہر ہے) ہزارہ میں داخل ہوا۔

حبیب اللہ خان پدر محمد امین خان گڑھی والہ کی وساطت سے ایک ہندو عورت کے بدلے دو دو یا تین تین مسلمان قیدی دے کر سب کی خلاصی ہو گئی۔

سردار ہری سنگھ نے واپسی سے پہلے ہر قسم کے اجناس کا مکمل ذخیرہ گلی۔ مانسہرہ و شنکیاری میں

جمع کرا دیا۔

جب سردار ہری سنگھ تنول پہنچا تو سربلند خان نے خوف کے مارے اپنے اہل و عیال و سامان خانگی کو نکال کر دور بھیج دیا۔ اور خود جنگ کے لئے تیار ہو گیا۔ جب سردار ہری سنگھ گلی شاہ متصل موضع بھورج پہنچا تو تنولیوں نے بندوقوں سے گولیاں چلانی شروع کر دیں۔

اگرچہ راستہ تنگ، پہاڑی اور دشوار گزار تھا۔ لیکن سردار بڑی ہمت و دلیری سے گزر گیا۔ اُتھسری اور شنگڑی کو جلا دیا۔ جب سربلند خان لوگوں کی جمعیت کے ساتھ پہاڑی کی چوٹی ڈنہ پر چلا گیا تو سردار موصوف موضع دروازۂ بالا کے راستہ سے اوپر آیا۔ سربلند خان اس وقت اندودہ (پکی) لوہاراں میں اپنی گڑھی میں تھا۔ اُس نے سردار کی آمد کی خبر سن کر اپنے بیٹے شیر محمد خان کو جو ایک بہادر اور شجاع مرد تھا۔ سردار کی فوج کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے ڈنہ پہاڑ کی چوٹی پر بھیجا۔ شیر محمد خان رات کے وقت اس چوٹی پر پہنچ گیا۔ اور بندوقوں سے جنگ شروع ہو گئی۔ سکھوں کی فوج بھاگ کر پتھروں کے نیچے چھپ گئی۔ اس وقت سردار ہری سنگھ نے سنتری کے ہاتھ سے بندوق لے کر خود شیر محمد خان پر فائر کیا۔ گولی شیر محمد خان کو لگی۔ گولی لگتے ہی خان موصوف زمین پر گر گیا۔ باقی ماندہ لوگ مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ گئے۔ سکھوں نے حملہ کر کے اُن کا تعاقب کیا۔ بعض قتل ہو گئے اور بعض فرار ہو گئے۔ شیر محمد خان کا سر کاٹ کر لے آئے اور قلعہ کے دروازہ پر ایک لمبی لکڑی پر نصب کر دیا۔ سربلند خان کو اپنے اس بہادر، عادل، دیندار و ہوشیار فرزند کی موت سے اتنا صدمہ ہوا کہ خان و مال کو چھوڑ کر تنول سے وہ سری کوٹ میں آ کر مقیم ہو گیا۔ محمد خان ترین بھی وہیں تھا۔ دونوں یکجا ہو گئے لیکن کچھ چارہ کار نظر نہ آتا تھا۔

سکھ راج کے خیر خواہوں نے سردار ہری سنگھ سے کہا کہ جب تک گند گر یعنی سری کوٹ فتح نہیں ہوتا ملک میں امن و امان نہیں ہو گا۔ بہتر ہو گا کہ پہلے اس قضیہ کا فیصلہ کیا جائے۔

سردار ہری سنگھ اپنی دلیری کی بنا پر اس معاملہ کو آسان سمجھا۔ اُس وقت اُس کے پاس سات ہزار بندوق، ایک سو زنبورہ اور دو توپیں تھیں۔ اس نے تسخیر سری کوٹ و تنبیہ قوم مشوانی و ظاہر خیلی کے لئے اپنے نجومیوں سے ساعت سعید پوچھی۔ ان کی رائے پر شروع ماہ اسوج ۱۹۰۱ء بکرمی (۱۸۴۴ء) حملہ کے لئے مقرر کیا۔ اور فوج و سامان کا خوب بندوبست شروع کیا۔

پہلے دن سردار کا ڈیرہ قلعہ ہرکشن گڑھ سے کوچ کر کے موضع ملکیار میں اقامت گزیں ہوا۔ دوسرے دن صبح طلوع آفتاب کے ساتھ تاڑہ۔ سید خانیاں۔ کے بالمقابل پہنچ کر حملہ شروع کر دیا۔ لوگ گاؤں

http://dilazak.org

خالی کرکے پہاڑ پر چلے گئے۔ اور سکھوں کی فوج ناڑہ کے مکانوں میں داخل ہوگئی۔ لوگ پہاڑ پر سے آہستہ آہستہ سکھوں پر فائر کرتے رہے۔ یہ حالت دوپہر تک جاری رہی۔ اس وقت سردار نے اپنے افسروں کو تنبیہ کی کہ صبح سے اس وقت تک پہاڑ سے چند مسلمان گولیاں چلا رہے ہیں اور تم میں کوئی ایسا نہیں کہ اوپر جاکر ان کو نیچے پکڑ لائے۔ اس پر دو سکھ سردار اوپر گئے۔ چونکہ پہاڑ پر چڑھنا مشکل تھا جو اوپر گئے زخمی ہو کر واپس آ گئے۔ اور پہاڑی پر قبضہ نہ ہو سکا۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ دن چار گھڑی باقی تھا کہ سکھوں کے تمام افسر ہری سنگھ کے سامنے پیش ہوئے۔ اُس کے سامنے بطور نصیحت گزشتہ واقعات شکست توپ خانہ الٰہی بخش خان اور دیوان رام دیال متوفی و دیگر افسران یاد کرائے۔ اور کہا کہ آج پہاڑی پر قبضہ نہیں ہو سکتا۔ پہاڑی پر چڑھنا مشکل ہے اور وقت بھی نہیں رہا۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ کسی طریقہ سے واپس ہو کر اپنے ڈیرے کو چلے جائیں۔ ایک دو دن کے بعد جب حالات بدل جائیں تو پھر حملہ کریں۔ امید ہے فتح ہو گی۔ چونکہ سردار طبعاً تند و تیز مزاج اور جابر تھا۔ کسی کے کہنے پر عمل نہ کیا۔ بلکہ افسرانِ مجلس پر طعنہ زنی کرتے ہوئے کہا۔ کہ اُن کو جان عزیز ہے، اور اپنے بال بچے، جاگیریں، ملک اور مختلف نعمتیں یاد آ رہی ہیں۔ اور موت کے ڈر سے جنگ نہیں کر سکتے۔ اگر اس جگہ سے بغیر فتح چلے جائیں تو کس جواں مردی پر مہاراجہ کو منہ دکھائیں گے۔ یہ گفتگو کی۔ اور دو آدمی اُن افسروں کی طرف جو زیارتِ شاہ شہید محمد غازی میں اور کچھ دریائے دوڑ کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے۔ پیغام دے کر بھیجے۔ کہ سردار ہرسا سنگھ کالیہ، وہاں سنگھ اور دوسرے افسروں کو کہو۔ کہ جب کبھی روزانہ دربار لگتا تھا۔ تو تم سب دربار میں جمع ہوتے تھے اور محفل خورد و نوش و رنگ تماشا میں ہر وقت موجود ہوتے تھے۔ آج موت کے ڈر سے الگ ہو کر گوشہ گیر ہو جانا مناسب نہیں۔ تمہارے شایانِ شان یہ بات ہے کہ جس کسی کو ہمارے ساتھ محبت و اتفاق کا دعوےٰ ہو۔ وہ یہ پیغام سنتے ہی حاضر ہو جائے۔ اور جس کسی کو اپنی جان و مال اور اہل و عیال عزیز ہوں تو پھر اس کو اختیار ہے۔ سردار ہری سنگھ کا یہ پیغام ہر ایک افسر نے سنا۔ کسی کو بھی سردار کی طرف راغب نہ ہوا۔ مگر مہاں سنگھ جوان دنوں سردار کے زیر عتاب تھا ہمت کر کے اپنے ایک دو جوان بھائیوں کے ساتھ سردار کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ سردار نے بطور استہزاء کہا۔ یہ جنگ ہے۔ بچوں کا کھیل نہیں کہ تم ان کے ساتھ واپس آئے ہو۔ مہاں سنگھ نے جواب دیا کہ جناب جو کچھ بھی ہوں، زندہ یا مُردہ۔ آپ کا نمک خوار ہوں۔ اس وقت اور کوئی نہیں آتا تھا اور میں حاضر ہو گیا۔

اتنے میں سورج کے غروب ہوتے ہی مسلمانوں نے سردار کے کوٹھے کو جس میں اُس کے ساتھ چند اور آدمی بیٹھے تھے۔ چاروں طرف سے اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ محاصرہ کر لیا۔ اور تیزی سے بندوقوں کے فائر شروع کر دئے۔ یہ کوٹھا مضبوط دیواروں والا تھا جب دیکھا کہ گولی اندر نہیں جا سکتی تو انہوں نے دیواروں میں سوراخ کر کے گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ اسی طرح ان سکھوں پر بھی جو دوسرے کوٹھوں میں تھے حملہ شروع کر دیا۔ اور اتنا تنگ کیا کہ سب افسر اپنی تمام سپاہ کے ہمراہ کوٹھوں سے نکل کر اپنے ڈیروں کو چلے گئے۔ سردار کو ساتھیوں نے مطلع کیا کہ سب لوگ سوائے اس کے چلے گئے ہیں۔ اب کیا کریں، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ کوٹھے سے نکل کر باقی سپاہ سے مل جائیں۔ اگر مرنا ہے۔ تو جنگ کر کے مرنا اس سے بہتر ہے کہ یک جا کوٹھے میں بیٹھ کر جان دے دیں۔ سردار اس بات پر راضی ہو گیا۔ اور پہلے مہاں سنگھ کے چھوٹے بھائی کشن سنگھ کو باہر نکالا۔ مسلمانوں نے اس کو باہر نکلتے ہی قتل کر دیا۔ اس کے بعد سردار مہاں سنگھ و سردار ہری سنگھ دونوں باہر آئے۔ دونوں زرہ پوش تھے۔ مسلمانوں نے اُن پر پتھر مارے اور تلوار کے وار کئے۔ سردار ہری سنگھ کوٹھہ کے ساتھ کی پہاڑی سے چھلانگ لگا کر نیچے گر پڑا۔ مہاں سنگھ اس سے قبل ہی چستی سے باہر آ گیا تھا اور بچ گیا۔ جب وہ اپنی فوج کے ساتھ آ کر مل گیا تو ہر ایک سے پوچھتا تھا کہ سردار ہری سنگھ یہاں آیا تھا کہاں گیا۔ ہر ایک اس سے کہتا تھا کہ کیا تُو دیوانہ ہو گیا ہے۔ سردار ایک پہر دن رہتا تھا کہ مارا گیا تھا۔ تو اب اس کا پوچھتا ہے کہ یہاں آیا تھا۔ جب یہ تکرار زیادہ ہوا تو ہری سنگھ نے جو نزدیک ہی مجروح پڑا تھا سُن لیا۔ اس نے سوچا کہ اگر بلند آواز سے مہاں سنگھ کو پکارتا ہوں تو مسلمان جو نزدیک ہیں سن کر حملہ کر دیں گے۔ اور لشکر جو پہلے ہی ہزیمت خوردہ ہے۔ بھاگ کھڑا ہو گا۔ اور اس کو بھی جان سے مار دیں گے۔ اس خیال سے سردار ہری سنگھ نے ایک سپاہی کا جو دوسرے ڈیرہ سے تھا پاس سے گزرتے ہوئے دامن پکڑ کر کھینچا اور آہستہ سے اس کے کان میں کہا کہ "میں سردار ہری سنگھ ہوں تو مجھے وہاں پہنچا جہاں سکھ اور مہاں سنگھ باتیں کر رہے ہیں"

سپاہی نے سردار کو پہچان لیا۔ اور اپنی پیٹھ پر ڈال کر سردار مہاں سنگھ کے پاس پہنچا دیا۔ مہاں سنگھ نے ہری سنگھ کو ایک دھونسہ (گھوڑے کی پیٹھ پر ایک بڑا نقارہ اعلان کے لئے رکھتے تھے اس کو دھونسہ کہتے تھے) والے کے گھوڑے پر جو پاس ہی کھڑا تھا اپنے پیچھے بٹھا لیا اور چند سواروں اور پیادوں کو لے کر قلعہ ہرکشن گڑھ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب کھلابٹ پہنچے تو راستہ میں بوستان خان ترین برادرزادہ محمد خان بمعہ چند پیادہ نفر بمعہ بندوق توڑہ دار ہاتھ میں

http://dilazak.org

لئے ہوئے بیٹھا تھا۔ سردار مہان سنگھ کو دیکھ کر تواضع کی اور کہا کہ رات یہاں ہی گزارے ۔۔۔ مہان سنگھ کو فکر ہوا کہ اگر وہ کھڑا ہو کر یہ ظاہر کرے کہ سردار ہری سنگھ زخمی ہو گیا ہے اور اس کو ڈیرہ کی طرف لے جا رہا ہے۔ تو مسلمان جو متحد و متفق ہیں حملہ کر کے سردار کو اور اُس کے تمام ہمراہیوں کو قتل کر دیں گے۔ اسی خوف کی وجہ سے اُس گاؤں سے چارپائی بھی نہ لی۔ اور آگے روانہ ہو گیا۔ پڈھانہ پہنچ کر ایک زمیندار کی چارپائی پر جو کھیت میں پڑی تھی سردار ہری سنگھ کو ڈال کر ہرکشن گڑھ پہنچا دیا۔ رات کا کچھ حصہ گزر چکا تھا کہ سردار ہری سنگھ زخمی حالت میں قلعہ کے اندر پہنچ گیا۔ باقی فوج دوسرے دن دوپہر تک اپنے ڈیرہ پر پہنچ گئی۔

اس جنگ میں سردار جمعیت سنگھ اپنے خوردسال چھوٹے بھائی، و مُولراج افسر ایک ہزار سوار اور دوسرے چھوٹے چھوٹے افسران اور بمعہ فوج کے کل چار سو کے قریب قتل ہوئے۔ مسلمانوں کی جانب سے دو چار آدمی زخمی ہوئے۔ بہت سا سامان، اسلحہ جات شمشیر بہ قبضۂ طلاء بندوقیں بمعہ ساز طلاء و نقرہ و چار آئینہ[1] و پیٹی ہا وغیرہ سکھوں سے مسلمانوں نے لوٹ لیا۔

سردار ہری سنگھ پتھروں کی ضربات سے بہت زیادہ زخمی اور کمزور ہو گیا تھا۔ اور باہر نہ نکل سکتا تھا۔ ملکی لوگوں نے اس کی موت کا اعلان کر دیا۔ اور ایک سکھ جو نلوی تھا اور سردار ہری سنگھ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اور جنگ ناڑہ میں قتل ہو گیا تھا اس کا سر کاٹ کر سری کوٹ لے گئے۔ اور وہاں لٹکا دیا۔ اور مشہور کر دیا کہ یہ سردار ہری سنگھ کا سر ہے۔ یہ خبر دور و نزدیک مشہور ہو گئی۔

جب جنگ کی یہ خبر مہاراجہ کو پہنچی تو یہ سنتے ہی خود بمعہ زبردست فوج، سامانِ جنگ ساتھ لے کر بعجلت تمام ہزارہ کی طرف روانہ ہوا۔

چند ہفتوں بعد سردار ہری سنگھ مالش و علاج سے روبصحت ہو گیا۔ اور لوگوں کو اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دینے کے لئے علاقہ بگڑہ پر حملہ کا ارادہ کیا۔ رات سے ایک گھڑی[2] باقی تھی کہ سوار اور پیادہ فوج کے ہمراہ مواضعات علاقہ بگڑہ کی طرف جہاں بہت سے فراری لوگ بھی جمع تھے۔ حملہ کے لئے روانہ ہوا۔ سورج نکلتے ہی کہ زمیندار ابھی خوابِ غفلت سے اچھی طرح بیدار نہ ہوئے تھے۔ اُن کے سر پر جا پہنچا۔ افغان قوم سے جن لوگوں کو اسلحہ بند پایا ان کو قتل کر دیا۔

---

[1] چار آئینہ لوہے کی چار پلیٹیں جو جنگ کے وقت سینے پر اور نیز جسم کے پچھلے حصہ میں دائیں بائیں باندھ لیتے تھے۔ یہ چاروں پلیٹیں زنجیروں سے جوڑ بھی لیتے تھے ایک طرف کھلی رہتی تھی جسے ڈوریوں سے باندھ لیتے تھے پرانے زمانے میں حفاظت کا خاص ذریعہ تھا۔ [2] گھڑی گھنٹہ کا ۱/۲۴ حصہ یعنی چوبیس منٹ

اور جانِ امان طلب کرنے کے لئے کاہِ در دہان گرفتہ حاضر ہوئے ان کو امان دے دی گئی۔ اور مال و اسباب سب لوٹ کر واپس آ گئے۔ اُس وقت لوگوں کو یقین ہو گیا کہ سردار ہری سنگھ زندہ ہے ملکی لوگوں کو خوف و ہراس پیدا ہوا اور لوگ بھی محتاط ہو گئے۔

اس کے بعد مہاراجہ صاحب والیٔ لاہور بمعہ لشکر کثیر و اردو ہزارہ ہوئے۔ اور دامن گندگر میں موضع جاگل و بھیرہ کے متصل قیام کیا۔ اپنی فوج کے تمام افسروں کو حکم دیا کہ وہ گندگر پر جا کر سب افراد مشوانی و دیگر کوہستانیوں کو گرفتار کر کے لے آئیں اور پیش کریں۔

محمد خان ترین و ملک صالح محمد مشوانی و سربلند خان تنولی سب سری کوٹ میں موجود تھے۔ ان سب کے نام حکم جاری کیا کہ وہ سب حاضر حضور مہاراجہ صاحب حاضر ہو جائیں۔ یہ تینوں مہاراجہ کے حضور حاضر ہو گئے لیکن دوسرے لوگ، رعایا ملکان و مزارعان اپنی جان اور عزت کے خوف سے بمعہ اہل و عیال بھاگ کر سندھ پار چلے گئے۔ لیکن چند محض عاجز ضعیف اور مفلس لوگ اِدھر اُدھر پہاڑ پر ہی منتشر ہو گئے۔ اس طرح دو تین دن کے بعد جب فوج واپس آ گئی تو وہ اپنے گھروں میں آ گئے۔

یہاں سے مہاراجہ صاحب براہِ تربیلہ ملک یوسف زئی کی طرف متوجہ ہوئے۔ رات تربیلہ میں مقیم ہوئے دن کے وقت مہاراجہ صاحب ہاتھی پر سوار ہو کر دریا کی سیر کو روانہ ہوئے۔ افغانانِ کھبل نے جب مہاراجہ کو دیکھا تو دریا پار سے ان پر بندوق سے فائر کئے۔ اس گستاخی سے مہاراجہ بہت ناراض ہوئے اور حکم دیا کہ صبح کے وقت کھبل کو خاک سیاہ دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ صبح کے وقت مہاراجہ صاحب خود تو کوچ کر کے پایاب دریائے سندھ سے پار چلے گئے۔ اور نصف افسران بمعہ فوج نے جا کر موضع کھبل و کیا کو جن کو لوگوں نے پہلے ہی خالی کر دیا تھا اور بمعہ اہل و عیال کے پہاڑوں پر چلے گئے تھے، جلا کر خاکستر کر دیا۔ اور شام کو مہاراجہ کے ڈیرہ پر جو پیہور میں تھا آ کر شامل ہو گئے۔

اُسی وقت پائندہ خان تنولی نے اپنے وکیلوں کی زبانی مہاراجہ کو پیغام بھیجا۔ کہ وہ اپنے بیٹے کو دربار میں بھیجنا چاہتا ہے۔ لہٰذا مہاراجہ صاحب کسی معتبر آدمی کو بھیج دیں۔ تاکہ وہ اس کو لے جائے مہاراجہ صاحب نے مہان سنگھ کو اس کام کے لئے بھیجا۔ لیکن ہی اثنا میں مہاراجہ صاحب کا ڈیرہ پیہور سے کوچ کر کے علاقہ یوسف زئی کی طرف جا چکا تھا۔ لہٰذا پائندہ خان نے اپنے بیٹے کو بھیجنے میں پہلو تہی کی۔

محمد خان ترین، سربلند خان تنولی اور ملک صالح محمد خان مشوانی مہاراجہ کے ہمرکاب تھے۔ اور اُن کا روزانہ خرچ مہاراجہ صاحب دیتے تھے۔ اُن کو ساتھ لیتے ہوئے لاہور روانہ ہوئے۔ جب مہاراجہ

http://dilazak.org

کا ڈیرہ سرائے کالا پہنچا تو محمد خان ترین نے رخصت کی اجازت چاہی۔ تو صبح کے وقت اس کو بہ طریق قیدیاں ہاتھی پر سوار کر کے سردار جھنڈا سنگھ جو کہ مہاراجہ کا ندیم خاص تھا حکم دیا کہ وہ ساتھ جائے اور محمد خان کا بازو سردار ہری سنگھ کے ہاتھ میں ڈال کر رسید لائے۔

سردار ہری سنگھ کو مہاراجہ صاحب نے یوسف زئی روانہ ہونے کے وقت حکم دیا تھا کہ قلعہ سری کوٹ کو مرمت کر کے محکم کر دیا جائے۔ ہری سنگھ نے قلعہ مرمت کر کے اس میں پانچ سو سپاہی مقرر کر دئے اور اُسی روز واپس ہزارہ میں پہنچا۔ جس دن کہ (جھنڈا سنگھ) محمد خان کو لایا۔ اور ہری سنگھ کے حوالہ کیا۔ اور مہاراجہ کا حکم سنایا۔ کہ محمد خان کے بازو کے عوض مہاراجہ صاحب ایک لاکھ روپیہ آپ سے لیں گے۔ ہری سنگھ نے ایک لاکھ روپیہ کی ادائیگی سے گھبرا کر محمد خان کو نہ لیا۔ اور واپس ہاتھی پر سوار مہاراجہ صاحب کی خدمت میں بھیج دیا۔ اور عرض کی۔ "کہ تمام ملک، مال اور دولت حضور مہاراجہ کی ہے۔ اگر حضور کا حکم ہو تو میں آپ کی ہمرکابی کے لئے حاضر ہو جاؤں۔ اس ملک سے اتنا روپیہ وصول نہیں ہو سکتا۔ اس ملک کی آمدنی سے صرف سپاہ کا خرچ ہی پورا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک لاکھ روپیہ کہاں سے لاؤں؟"

مہاراجہ صاحب اس پر محمد خان کو ساتھ لاہور لے گئے۔ اور بطور قیدیاں زیر حراست رکھا۔ صرف روزانہ خرچ اس کو دیتے تھے۔ تاوقتیکہ سردار ہری سنگھ ۱۱ مگھر ۱۸۸۱ بکرمی مطابق ۱۸۲۴ء کو قلعہ ناڑاں کرڑالاں کی تعمیر کے لئے روانہ ہوا۔ پہلے روز کشن گڑھ سے کوچ کر کے سرائے صالح میں قیام کیا۔ رات کے وقت بارش شروع ہو گئی۔ اور لگاتار چار روز بارش برستی رہی۔ پانچویں دن بارش ختم ہوئی۔ خیمہ جات کے خشک ہونے پر ناڑہ کی طرف کوچ کیا۔ سردار مہاں سنگھ کو بمعہ فوج کے پاپیادہ براہ بگڑہ و کہر کی جانے کا حکم دیا اور خود سوار ہو کر بمعہ فوج براہ چیہڑ۔ سجی کوٹ میں داخل ہوا۔ اس کی جگہ پر حسن علی خان کرڑال حاضر خدمت ہوا۔ ایک رات سجی کوٹ میں گزاری اور حسن علی خان کو نگری، مکول وغیرہ ملک سے موروثی جاگیر عطا کی۔ اس کے ایک لڑکے کو ہمراہ رکھ کر قلعہ ناڑہ کی تعمیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ ابھی قلعہ کی تعمیر مکمل نہیں ہوئی تھی کہ برف باری شروع ہو گئی۔ اور اتنی زیادہ ہوئی کہ خیموں پر دو تین ہاتھ جمع ہو گئی۔ اور لوگ بہ سبب سخت سردی اور راشن نہ پہنچنے کی وجہ سے تنگ ہو گئے۔ اور سردار کو اس سخت سردی میں ایک دو دن کے لئے سخت بخار ہو گیا۔ مجبوراً سردار مہاں سنگھ کو اس جگہ تعمیر قلعہ کے لئے چھوڑ کر خود بمعہ فوج بانڈھی مشعل خان میں آ کر ڈیرہ کیا اس جگہ سے جنس و دیگر سامان کے بھیجنے کا انتظام کرتے رہے۔ ایک ماہ کے عرصہ میں قلعہ کی تعمیر کا

کام مکمل ہو گیا۔ اس میں حسن شاہ سید ساکن مانکرائے کو مقرر کر کے تھانہ میں سپاہی مقرر کر دئے۔ اور سردار ہری سنگھ بمعہ سردار مہاں سنگھ ہزارہ کی طرف واپس ہوئے۔ دو چار روز کے بعد مہاں سنگھ کو خلعت فاخرہ بمعہ شمشیر و سپر و اسپ عنایت فرما کر ہزارہ کی حکومت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دی۔ دو سو سوار اور ایک ہزار پیادہ فوج اس کے ساتھ مقرر کی۔ اس فوج کے علاوہ قلعجات گلی، دربند شنکیاری، سری کوٹ، مانسہرہ، نواں شہر و ناڑہ کرڑالاں کی فوج بھی اس کے ماتحت تھی۔ خود سردار ہری سنگھ معہ لشکر لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں حضور مہاراجہ کا سلام کرنے کے بعد موسم برسات اپنے گاؤں گوجرانوالہ میں گزارنے کے لئے آ گیا۔ دسہرہ کے موقع پر پھر وہ مہاراجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

دسہرہ منانے کے بعد مہاراجہ نے سردار ہری سنگھ کو ملک راولپنڈی، دھنی، کھیب، کھاٹڑ و پچھہ کے معاملہ کی تحصیل کے لئے مقرر کیا گیا۔ اور مہاراجہ کی خواہش کے مطابق محمد خان ترین کو بعوض پچاس ہزار روپیہ سکۂ نانک شاہی لے کر دار د راولپنڈی ہوا۔

مہاں سنگھ کی حکومت کے وقت بوستان خان برادر زادہ محمد خان ترین اس کی خدمت میں حاضر ہو گیا (جو اس سے پہلے محمد خان ترین کی گرفتاری کے وقت وہ معہ اہل و عیال فرار ہو کر کوہستان چلا گیا تھا) سردار مہاں سنگھ نے خان موصوف کے ذریعہ معاش کے لئے ایک ہزار کی جاگیر مقرر کر کے اس کو سردار ہری سنگھ کی خدمت میں بھیج دیا۔ سردار ہری سنگھ نے اس کو مہاراجہ صاحب کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ مہاراجہ صاحب نے پروانہ جاگیر کی منظوری دے کر رخصت کر دیا۔ اور شیر گڑھ میں رہنے کی اجازت دی۔ سردار ہری سنگھ معہ محمد خان ترین کے راولپنڈی پہنچے تو سردار مہاں سنگھ ہزارہ سے برائے سلام بمعہ فوج حاضر ہوا۔ ابھی ایک دو دن ہی گزرے تھے کہ بوستان خان ترین برادر زادہ محمد خان ترین کے ورغلانے پر مشوانیوں نے قلعہ سری کوٹ کا محاصرہ کر لیا۔ محصورین نے سری کوٹ کی جانب سے ایک آدمی برائے اطلاع حالات سردار کی خدمت میں پہنچا۔ اور حالات کی تنگی بیان کی۔ کہ تین چار دن میں حوض سے پانی ختم ہو جائے گا۔ اور کوئی سپاہی باہر نہیں نکل سکتا۔ کیونکہ بہت سے مشوانیوں نے جمع ہو کر قلعہ کا سخت محاصرہ کر رکھا ہے۔ سردار ہری سنگھ نے اسی وقت سردار مہاں سنگھ کو اس کی فوج اور اپنی طرف سے کچھ اور فوج دے کر ہزارہ کی طرف بھیجا۔ تاکہ رسد وغیرہ کا بندوبست کرے اور وہ خود اس کے پیچھے جلدی سے آ رہا ہے۔ دوسرے روز سردار ہری سنگھ بھی پہنچ گیا۔ اور موضع جاگل کے متصل اپنا ڈیرہ لگایا۔ شام کے وقت مشوانیوں نے کوہ گندگر پر ہزاروں جگہ روشنی کی تاکہ معلوم ہو کہ بہت سے لوگ جمع ہیں۔ سردار ہری سنگھ اگرچہ بہت دلاور اور شجاع آدمی تھا۔ لیکن

http://dilazak.org

گذشتہ شکست ناڑہ نے اس کو بہت محتاط کر دیا تھا۔ لہذا وہ حملہ کرنے میں پس وپیش کر رہا تھا۔ ونتورہ (VENTURA) صاحب نے بہ حکم مہاراجہ صاحب پشاور کے سرداروں سے مقرر گھوڑے خراج حاصل کرنے کے لئے بمعہ تین پلٹن واہ متصل حسن ابدال میں آکر مقام کیا۔ اُسی وقت سردار ہری سنگھ نے ایک دوستانہ خط لکھ کر ایک معتبر آدمی کے ہاتھ اُس کو بھیجا ونتورہ (VENTURA) صاحب نے اس معتبر سے اس کام کے لئے مہاراجہ صاحب کا حکم مانگا۔ معتبر نے جواب دیا۔ "کہ اس وقت مہاراجہ کا حکم حاصل کرنا عراق سے تریاق لانا ہے۔ اور قلعہ سری کوٹ اس اثنا میں مفتوح ہو جائے گا۔ اور آپ پر بھی روشن ہے۔ کہ اگر قلعہ سری کوٹ نہ رہا تو پھر مہاراجہ صاحب کے بذاتِ خود آنے کے سوا اور کون گنڈگر میں قدم رکھ سکتا ہے۔" آخر ونتورہ صاحب نے اپنی تینوں پلٹنوں کے ساتھ آکر ہری سنگھ کے پاس موضع جاگل میں ڈیرہ کیا۔ دو گھڑی رات گزرنے کے بعد ونتورہ صاحب، سردار ہری سنگھ، سردار مہاں سنگھ و مقدم مشرف نے تنہائی میں باتیں کیں۔ مقدم مشرف نے کہا کہ اس سب فساد کی بنیاد میدان ہزارہ سے اٹھتی ہے جب تک اس بنیاد کا تدارک نہ کیا جائے گا۔ یہ فساد کبھی ختم نہ ہوگا۔ سب نے مقدم مشرف کے مشورہ کو پسند کیا۔ سردار ہری سنگھ نے اسی وقت پچیس سوار بھیج کر بوستان خان کو جو جاگل میں موجود تھا۔ گرفتار کر لیا۔ اور پچیس سوار سرائے صالح بھیجے تاکہ جلال خان دلازاک کو گرفتار کریں۔ اور اتنے ہی سوار راجہ ہاشم خان ترک کو گرفتار کرنے کے لئے مانکرائے بھیجے۔ چنانچہ یہ سب گرفتار ہو کر قلعہ ہرکشن گڑھ میں راتوں رات پہنچا دئے گئے۔

صبح سویرے دو گھڑی رات باقی تھی کہ سب لشکر طُرَم، تنبور اور ڈھول کی آواز پر تیار ہو کر سری کوٹ کی جانب روانہ ہوا۔ اور راہ سری کوٹ کے محافظ دستوں سے بندوقوں سے جنگ شروع ہو گئی۔ ونتورہ صاحب نے حزم و ہوشیاری سے ہر ایک پلٹن سے ایک ایک کمپنی بنائی اس طرح سے تین تین کمپنیوں کی ایک ٹکڑی فاصلہ سے ایک دوسرے کے بعد مارچ کرتے ہوئے روانہ ہوئی اُن کو حکم تھا۔ یہ تین تین کمپنیوں کی ٹکڑی یک جا مارچ کرتی رہے۔ نہ کوئی ان سے آگے جائے اور نہ کوئی پیچھے رہ جائے۔ ورنہ سخت سزا کا مستوجب ہوگا۔ کل آٹھ ٹکڑیاں بنائی گئیں۔

اس طرح سے جب پہلی ٹکڑی نے پیش قدمی کی تو مشوانیوں نے اس پر حملہ کر دیا۔ لیکن یہ سپاہی بلا خوف و خطر آگے بڑھتے چلے گئے اور چند مشوانیوں کو گولی اور سنگین سے قتل کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ اور ان کی جگہ دوسری ٹکڑی آ گئی۔ اور پہلا دستہ آگے بڑھ گیا۔ اسی طرح سے یہ

آٹھ دستے باری باری سے آگے بڑھتے رہے۔ مشوانی تاب مقابلہ نہ لا کر فرار ہو گئے۔ اور سردار ہری سنگھ کا لشکر کوہ گنڈگر پر چڑھ گیا۔ سب مشوانی بھاگ کر چار کوہ کی چوٹی پر چلے گئے۔ صبح کے وقت سردار ہری سنگھ اور ونتورہ صاحب کی فوج نے دشمنوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ اور رات کو ڈیرہ سری کوٹ میں کیا۔ دوسرے دن ملک کا معاملہ جمع کرنا شروع کیا۔ جس دن کہ سردار مہاں سنگھ اور ونتورہ صاحب نے سری کوٹ سے کوچ کیا۔ سردار ہری سنگھ نے اپنے معتبر خاص بھیج کر مندرجہ ذیل اشخاص کو توپ سے اُڑانے کا حکم دیا۔ بوستان[1] خان برادر زادہ محمد خان ترین درویش والہ شیر محمد[2] برادر صالح محمد خان مشوانی۔ سلیم[3] شاہ مشوانی۔ جلال[4] خان دلازاک سرائے صالح شیخ جدون[5] ساکن رجوعیہ۔ محمد[6] ترین ساکن درویش والا

جب سردار ہری سنگھ راولپنڈی پہنچا اور اس کو مشوانیوں کی بغاوت کی خبر ملی تو اس نے محمد خان ترین کو بلا کر کہا۔ "کہ میں نے سرکار مہاراجہ میں پچاس ہزار روپیہ تمہارے سر پر دیا۔ لہذا اس روپیہ کی ادائیگی کا تم کو بندوبست کرنا چاہیئے۔ کچھ رقم تم ادا کرو اور کچھ تمہارے ملک سے وصول کی جائے گی۔ یہ باتیں سن کر محمد خان ترین کلاں کو غصہ آیا۔ اور تنگ ترش باتیں کیں اور کہا۔ "کہ اب جب کہ میں تمہاری قید میں ہوں۔ پھر بھی فتنہ و فساد کی تہمت مجھ پر لگائی جا رہی ہے۔ ایسی حالت میں میرا کیا اختیار رہے۔"

سردار ہری سنگھ نے اس پر محمد خان کو محکم طور پر قید کر کے قلعہ ڈھیری (تحصیل چکوال) میں بھیج دیا۔ وہاں پر خوراک کے طور پر اُس کو نیم پاؤ آٹا اور ایک پاؤ نمک کی روٹی پکا کر روزانہ دی جاتی رہی۔ چند ماہ کے بعد خان موصوف اُسی جگہ فوت ہو گیا۔

سردار ہری سنگھ نے ایک پروانہ سردار مہاں سنگھ و ملکان و مقدمان کو لکھا۔ کہ تم اس وقت کہتے تھے کہ "محمد خان کو اس ملک سے اگر میں خارج کر دوں تو جو تاوان تم پر لگایا جائے گا تم ادا کرو گے۔ اب جب کہ محمد خان کو وطن سے خارج کر دیا گیا ہے تم سب پر واجب ہے کہ پچاس ہزار روپیہ جو محمد خان کے ذمہ مہاراجہ صاحب کو دیا گیا اس کی ادائیگی کرو۔"

یہ پروانہ پہنچتے ہی سردار مہاں سنگھ نے تمام ملکان اور مقدمان کو جمع کر کے کہا کہ دو روپے آٹھ آنے ہر گھر سے تمام ملک پکھلی، جدون، تنول و تربیلہ اور ہزارہ سے اکٹھا کر کے کاردارانِ حکومت کے حوالہ کریں۔ صرف سیّد، پیر، علماء، فقیر اور بیوہ عورتیں اس سے معاف ہوں گی۔ باقی ہر ایک سے وصول کیا جائے گا۔ اس طرح سے ساٹھ ہزار روپیہ گونڈہ جمع ہو گیا۔

سردار ہری سنگھ نے حکم دیا۔ سری کوٹ کا ملک ہرگز آباد نہ کیا جائے۔ اگر کسی نے بلا اجازت

http://dilazak.org

اس علاقہ میں کوئی مٹھہ یا چھپر بنایا تو قلعہ کے ملازمین اور سپاہیوں کا فرض ہے کہ فوراً اس کو آگ لگا دیں۔ ایک سال تک کسی مشوانی کو کسی قسم کی تعمیر کی اجازت نہ دی گئی۔ نہ رہائش کے لئے اور نہ ہی مال مویشی کے لئے۔ ایک مرتبہ بہت سے مشوانی پار دریائے سندھ سے واپس آئے اور بیل گرہان کے نزدیک چھپر بنائے۔ تھانیدار قلعہ سری کوٹ نے سردار مہاں سنگھ کو اطلاع بھیجی۔ سردار مہاں سنگھ نے کچھ فوج اور چند ملکی لوگ (مشرات) جمع کر کے تلافی کے لئے بھیجے۔ گرہان کے متصل مقابلہ ہوا مصرا سنگھ افسر فوج مہاں سنگھ اس جنگ میں مارا گیا۔ اور مشوانی پھر فرار ہو کر پار دریائے سندھ چلے گئے۔ اور پانچ سال تک وہ جلاوطن رہے (۱۸۳۳ء تک) اس عرصہ کے بعد مشوانی وہاں بود و باش اور معاش کے لئے بہت تنگ ہوئے۔ اور مُردہ کے لئے قبر کی جگہ بھی نہ پا سکتے تھے۔ لاچار ہو کر سردار ہری سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان دنوں وہ لاہور سے یوسف زئی کے علاقہ میں آیا ہوا تھا۔ عاجزانہ طور پر حاضر ہو کر عرض کی کہ ہم زمیندار لوگ ہیں، اپنے گناہ کی کافی سزا پا چکے ہیں اور گھر سے بے گھر ہیں۔ اور بہت تنگ ہیں۔ پھر کبھی ہم فساد نہیں کریں گے۔ تحریری معاہدہ لینے کے بعد سردار ہری سنگھ نے سردار مہاں سنگھ کو حکم دیا۔ کہ ان کی سزا اب معاف کی جاتی ہے اور ان کو رہنے کے لئے دیہات آباد کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔

اس کے بعد مشوانیوں نے پھر کبھی کوئی فساد نہ سردار ہری سنگھ کے عہد حکومت میں کیا اور نہ ہی بعد میں۔ اگر کوئی اور قوم فتنہ و فساد کرتی تھی تو یہ حکومت کے ساتھ مل کر بستہ ہو کر مدافعت کرتے تھے۔

سردار مہاں سنگھ کا دور

سردار مہاں سنگھ کو جب ہزارہ کا سربراہ بنایا گیا تو شروع شروع میں سردار ہری سنگھ کے مقرر کردہ ملازم ہی اپنے تھانوں پر تعینات رہے۔ بالائی پکھلی زیر حکومت گلاب سنگھ دُھون تھانیدار شنکیاری تھی۔ پائیں پکھلی دَل سنگھ تھانہ دار گلی کے زیر تحویل تھی۔ مانسہرہ کا ملک حکم سنگھ تھانیدار قلعہ مانسہرہ کے ماتحت تھا۔ ملک تنول میں متصدی بھوانی داس مقرر تھا۔ ملک ناڑہ بلاں زیر سیّد حسن شاہ تھانہ دار ناڑہ تھا۔ ملک تربیلہ فتح سنگھ تھانیدار تربیلہ کے سپرد تھا۔ ان سب کو حکم تھا کہ ہر فصل کا مفصل حساب سردار مہان سنگھ کے سامنے پیش کیا جائے۔ اس کی رضامندی کو اپنی سرخروئی سمجھیں۔

سرائے صالح کا علاقہ مول سنگھ مہریالہ کے حوالہ تھا جو ہری سنگھ کا بہترین خدمت گار تھا۔

جب سردار مہاں سنگھ نے حکومت سنبھالی تو سب سے پہلے سرائے صالح کے ملک کے حساب کی پڑتال کی۔ اور مول سنگھ کو سرائے صالح سے نکال کر دربند قلعہ کا تھانیدار مقرر کر کے وہاں بھیج دیا۔ اور اس کی جگہ اپنے بڑے بھائی سمّی عطر سنگھ کو مقرر کر دیا۔

اس کے بعد ملک کنہار، بھوگڑ منگ، درہ اگرور، ٹکڑی و نندھیاڑ کو بعوض تیس ہزار روپیہ حبیب اللہ خان کو تفویض کر دیا۔ خان موصوف نے اُنیس ہزار روپیہ نقد ادا کر دیا۔ اور گیارہ ہزار بقایا تھا۔ سردار مہاں سنگھ نے مسمی صوبہ خان برادر حبیب اللہ خان اور زمان خان برادر زادہ حبیب اللہ خان دونوں کو گرفتار کر کے قلعہ ہرکشن گڑھ میں بطور یرغمال قید کر دیا۔ کہ جب تک بقایا ادا نہیں کیا جائے گا۔ اُن کو رہا نہ کیا جائے گا۔ چنانچہ زمان خان کے والد مسمی پائندہ خان خانخیل نے اپنا نصف حصہ ادا کر کے اپنے لڑکے کو رہا کرا لیا۔ صوبہ خان بہ عوض بقایا مزید ایک سال تک قید رہا۔ اور صوبہ خان کی جگہ پر حبیب اللہ خان کا لڑکا امین خان جو کہ اب حبیب اللہ خان کی ریاست کا مالک ہے گرفتار کر لیا گیا۔

درہ کنہار کا مشخصہ سیّد محمد علی شاہ کے سپرد کر دیا گیا۔ اور درہ بھوگڑ منگ کا معاملہ تحصیل کے کاردار کے ذریعے سے وصول کیا گیا۔

درہ اگرور پر پائندہ خان تنولی قابض ہو گیا۔ اور نندھیاڑ و ٹکری بالکل یاغستان ہو گئے۔

درہ کنہار یعنی کائیگان (کاغان) کا معاملہ ہمیشہ سے باقاعدگی سے ادا ہوتا رہا۔ لیکن محمد علی شاہ سے یہ پورا نہ ہو سکا۔ اور کچھ بقایا رہ گیا۔ لہٰذا محمد علی شاہ بھی موقوف کر دیا گیا۔ اور درہ کنہار کا معاملہ تحصیل خام ہو گیا۔ اور دو تین سال تک تحصیل خام کر کے داخل سرکار ہوتا رہا۔ اس علاقہ کا مالیہ حبیب اللہ خان کی جاگیر چھوڑ کر تیرہ ہزار روپیہ تھا۔ اور زمیندار مال گذار سالانہ ادا کرتے رہے کچھ بھی بقایا نہ رہا۔

اس کے بعد سردار مہاں سنگھ نے مانسہرہ کے تھانہ دار کو موقوف کر دیا کیونکہ اُس کے ذمے دو سال کا بقایا نکل آیا۔ اور وہ ادا نہ کر سکا۔ اس کو تبدیل کر کے سری کوٹ کے قلعہ کا تھانیدار مقرر کر دیا گیا۔ اور اس کی جگہ مانسہرہ میں اپنے ایک چھوٹے بھائی مسمّی نکل سین کو مقرر کر دیا۔

قلعہ گلی کا تھانیدار دَل سنگھ تھا۔ اور اس کے ماتحت علاقہ بھیرہ کونڈ بھی تھا۔ اگرچہ وہ گلی کا تھانیدار ہی رہا۔ لیکن بھیرہ کونڈ کا علاقہ اس سے الگ کر کے اس جگہ ایک کاردار آسانند منشی کو مقرر کر دیا۔

http://dilazak.org

علاقہ نواں شہر میں بھی اپنے ایک رشتہ دار کاہن سنگھ نامی کو مقرر کر دیا۔ اور تنول میں اپنے عزیز ورشتہ دار بخشی سیوا رام کو مقرر کر دیا۔ اس طرح سے ضلع ہزارہ میں ہر ایک قلعہ پر اپنے رشتہ داروں کو مقرر کر دیا۔ اور ہر ایک سے بحساب کنکوت لیتا تھا۔ اور ملک کے دیگر محصول کا ٹھیکہ تیس ہزار روپیہ سالانہ پر ہرکشن مل ساکن مظفر آباد کو دے دیا۔

تربیلہ کا تھانیدار سردار ہری سنگھ کا مقرر کیا ہوا فتح سنگھ ہی رہا۔

مہاں سنگھ اور پائندہ خاں تنولی

کی کش مکش

مہاں سنگھ کے دو سال کی حکمرانی میں پائندہ خان سے کش مکش ہوتی رہی۔ یہ کش مکش راجہ شیر محمد خاں تنولی کو مہاں سنگھ کے قید کرنے سے شروع ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ سردار ہری سنگھ نے شیر محمد خان کو علاقہ کولائی میں کرپلیاں اور لالوگلی بطور جاگیر دے رکھی تھی۔ اور اُس کو قلعہ قادر آباد بر کنارۂ دریائے سندھ بالمقابل ڈیرہ کے بٹھا رکھا تھا۔ سردار مہاں سنگھ حساب کتاب اور سواروں کے ملاحظہ کے بہانے سے اُس کو قلعہ ہرکشن گڑھ کے اندر بلایا۔ اور بمعہ ایک دو معتبروں کے قید کر دیا۔ گھوڑے اور سواروں کا ساز و سامان ضبط کر لیا۔ اور سواروں کو خالی ہاتھ واپس کر دیا راجہ شیر محمد خان اور ایک معتبر شخص مسمّی گُلّا کو قید میں رکھا۔ کچھ مدت کے بعد چار ہزار روپیہ جرمانہ لے کر رہا کر دیا۔ شیر محمد خان رہائی کے بعد اپنے اہل و عیال کے ساتھ دریائے سندھ پار جا کر موضع اِشہراہ متصل موضع انب سکونت پذیر ہو گیا۔

اس واقعہ سے پائندہ خان کے دل میں کدورت پیدا ہو گئی۔ لیکن ظاہر نہ کیا۔ اور موقع کی تاک میں رہا۔

اس اثنا میں نہال سنگھ نامی سپاہی جو گلی قلعہ میں متعین تھا کسی کام کے لئے پائندہ خان کی جاگیر کے علاقہ میں گیا۔ پائندہ خان کے آدمیوں نے اس کو راستہ میں قتل کر دیا۔ اس کے ہتھیار لے لئے۔ یہ ہتھیار پائندہ خان نے سردار مہاں سنگھ کے پاس بھیج دئے۔ اور کہلا بھیجا کہ افغانوں نے اس سپاہی کو قتل کیا اور ہتھیار لے جا رہے تھے کہ اُس کے آدمیوں نے یہ ہتھیار لے لئے جو بھیجے جا رہے ہیں۔ اس پر سے دونوں فریق سے دوستی کا اظہار کیا گیا۔ پائندہ خان کا ایک بھائی۔ اکبر علی خان۔ ایک راس سفید (نقرہ) گھوڑا اور ایک دستہ بازبہ طور تحفہ لے کر سردار مہاں سنگھ کے پاس حاضر ہوا۔ سردار مہاں سنگھ نے ایک جوڑہ طلائی خلعت

پائندہ خان کے لئے بھیجا اور اکبر علی خان کو بھی خلعت دے کر رخصت کیا۔

چند دن کے بعد پائندہ خان کے گھر کوئی شادی کی تقریب ہونے والی تھی۔ اس نے کنجروں اور دیگر اہل نشاط ساکن ہری پور کو بلایا۔ چنانچہ سب کنجر مہاں سنگھ کے پاس آئے اور عرض کی کہ ان کو دریا سے پار جانا منظور نہیں۔ اور ان کو خوف معلوم ہوتا ہے۔ سردار مہاں سنگھ نے ان کو تسلی دی کہ کوئی فکر کی بات نہیں اس کے اور پائندہ خان کے درمیان دوستی ہے۔ ان کو کچھ نقصان نہیں پہنچے گا۔ کنجر مہاں سنگھ کی تسلی دلانے پر چلے گئے۔ وہاں پندرہ روز رہے اور شادی کی تقریب میں محفلِ نشاط و سرور منعقد کرتے رہے۔ جب شادی ختم ہو گئی تو رخصت کی اجازت چاہی۔ لیکن ایک نوجوان خوب رُو کنجری کو مدد خان اپنے نکاح میں لایا۔ دوسری کو اکبر علی خان نے اپنے عقد میں لے لیا۔ اور تیسری نوسم جتھا نوکر مدد خان نے لے لیا۔ جب ان تین کنجریوں کو لے لیا۔ تو کنجروں نے دو چار روز شور اور واویلا کیا۔ لیکن کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ کنجر مایوس و محروم ہو کر اپنے گھروں کو لوٹ آئے۔ اور سردار مہاں سنگھ کے پاس فریادی ہوئے کہ اس کے کہنے پر وہ وہاں گئے۔ کوئی انعام نہ ملا بلکہ ان کی تین عورتیں بھی جبراً پکڑ لی گئیں۔ یہ بات سن کر مہاں سنگھ کو شرمندگی لاحق ہوئی۔ کہ اس کے کہنے پر وہ وہاں گئے تھے اور ان کے ساتھ یہ واقعہ پیش آ گیا۔ بہت رنجیدہ خاطر ہوا۔ لیکن ظاہراً پائندہ خان کے ساتھ نوشت و خواند اور مدارات کرتا رہا۔ لیکن دل میں اس حرکت کے تدارک کا فکر کرتا رہا۔

چند ایام کے بعد پائندہ خان کے چار معتبر نوکر برائے خرید اسپان و زین و سامان ہری پور بازار میں آئے۔ گھوڑے، سامانِ زین وغیرہ اور دیگر اشیاء خرید کر انب کو بھیج دیں۔ دوسرے دن وہ خود سردار مہاں سنگھ سے رخصت لے کر واپس ہوئے۔ اور رات صوابی میرامی میں ڈیرہ کیا۔ سردار مہاں سنگھ نے اپنے آدمیوں سے مشورہ کر کے ان چاروں کو گرفتار کرنے کے لئے اپنے سوار بھیجے۔ اور ان کو گرفتار کر کے قلعہ ہرکشن میں لے آئے۔ اور بطور یرغمال قید کر دیا۔ اس گرفتاری پر سیدان صوابی بھی رنجیدہ ہوئے کہ اُن کے گھر سے گرفتار کرنا مناسب نہ تھا۔

جب پائندہ خان نے اپنے نوکروں کی گرفتاری کا واقعہ سُنا تو وہ فوراً اپنی جمعیت کے ساتھ سوار ہو کر دریائے سندھ کے اس پار آ گیا۔ اور قلعہ قادر آباد کا محاصرہ کر لیا۔ منیر خان پسر حبیب خان برہان والا تھانہ دار قلعہ تھا۔ دو تین دن اس نے حیلہ حوالہ سے گزارے۔ لیکن تیسرے روز پائندہ خان کے ملازموں کو قلعہ حوالہ کر کے باہر آ گیا۔ اُسی دن کرپلیاں کا قلعہ بھی پائندہ خان کے آدمیوں نے لے لیا۔ اس کے بعد پائندہ خان کلنجر کی طرف متوجہ ہوا۔ کلنجر کے زمیندار مہاں سنگھ کے پاس

http://dilazak.org

امداد کے لئے آئے چنانچہ مہاں سنگھ نے خیر بخش حوالہ دار کی زیر سرکردگی چالیس سپاہی زمینداران کلنجر کی امداد کے لئے بھیجے۔

دوسرے دن پائندہ خان گنڈپ آیا۔ اور گنڈپ کے بُرج کے سپاہیوں کے ساتھ سارا دِن جنگ رہی۔ سردار مہاں سنگھ نے تھانہ دار تربیلہ۔ فتح سنگھ کو حکم دیا کہ وہ اپنی فوج کے ساتھ آئے اور ادھر سے وہ بمعہ فوج و امداد ملکیہ کے ساتھ آرہا ہے۔ تاکہ کلنجر کے پاس پائندہ خاں سے جنگ کی جائے۔ لہذا سردار مہاں سنگھ قلعہ ہرکشن گڑھ سے سوار ہو کر بمعہ سوار و پیادہ آدھی رات کو قلعہ بھارو کوٹ میں پہنچ گیا۔ یہاں پہنچ کر اس نے اپنے بھتیجے موہر سنگھ کی زیر سرکردگی سوار و پیادہ فوج آگے بھیج دی اور خود سات آٹھ آدمیوں کے ساتھ بھارو کوٹ سے کوہ ندابی کے تنگ راستہ سے گزر کر صوابی میرا پہنچ گیا۔ وہاں معلوم ہوا کہ فتح سنگھ تھانہ دار تربیلہ نہیں پہنچا ہے اور کلنجر اور صوابی میرا کے لوگوں نے خاربندی کر لی ہے۔ اور پائندہ خان کے آدمی اُن کے درمیان موجود ہیں۔

صبح تک مہاں سنگھ کے آدمیوں نے فتح سنگھ کا انتظار کیا۔ لیکن وہ نہ آیا۔ اس کی یہ غیر حاضری دغابازی اور غداری شمار کی گئی۔

جب سپاہی موضع صوابی کی طرف بڑھے۔ تو سیدان صوابی نے بندوق کے فائر شروع کر دئے اسی طرح دیگر دیہات بھی مقابلہ کے لئے مستعد بیٹھے تھے۔ لہذا افسران فوج نے باہمی صلاح مشورہ اور ملکیہ لوگوں کی رائے کے بموجب واپسی کو بہتر سمجھا۔ کیونکہ پائندہ خان سے ایسے حالات میں جنگ کہ تمام باشندگان علاقہ دشمنی پر تلے ہوئے ہیں۔ مناسب نہ سمجھی گئی۔ لوگوں نے ان کو یقین دلایا کہ ان کی واپسی پر کوئی چھیڑ چھاڑ نہ کی جائے گی۔ موجودہ حالات میں جب کہ پائندہ خان نے ہم پر زور ڈال رکھا ہے آپ کی طرفداری نہیں کر سکتے۔

ملکیہ لوگوں کا مشورہ یہ تھا۔ کہ جب سکھوں کی فوج صوابی میرا میں آئے گی تو ان کی واپسی پر کوہ ندابی کی چوٹی پر بیٹھ کر ان کا اس تنگ راستہ میں صفایا کر دیا جائے گا۔ لیکن سردار مہاں سنگھ کی زندگی کے دن باقی تھے کہ وہ فوج کے ساتھ نہ آیا۔ اس وجہ سے لوگ اپنی تجویز پر عمل نہ کر سکے۔

سکھوں کی فوج تدبیر سے واپس ہوئی۔ پہلے پیادہ فوج کو کوہ ندابی کے سر پر بٹھا دیا گیا۔ جس قدر کمزور سوار و پیادہ تھے ان کو پہلے گزارا گیا۔ ان کے بعد پیادہ و سوار متفق ہو کر گزرے۔ پھر بھی زمینداران و سیدان صوابی پیچھے سے بندوقوں کے فائر کرتے رہے۔ لیکن کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ اور فوج

خیریت سے ندابی سے گزر کر بھارو کوٹ میں جمع ہو گئی۔ اس کے بعد جو چالیس سپاہی زمینداران کلنجر اپنی امداد کے لئے ساتھ لائے تھے اُن کو پائندہ خان کے سپاہیوں کے ہاتھ قید کرا دیا۔ اور پائندہ خان سے مل گئے اور سکھوں کی اطاعت اور ادائیگی مال گزاری سے بالکل منحرف ہو گئے۔ جب پائندہ خان اپنا ڈیرہ صوابی میں لے آیا تو سیدان صوابی بھی اُس کے ساتھ مل گئے۔

سکھوں کے گرفتار شدہ چالیس سپاہی بھی ڈیرہ پائندہ خان میں زیر حراست تھے۔ اُن سے تمام اسلحہ لے لیا گیا تھا۔ اُن میں سے ایک سپاہی نصف شب کو بیدار ہو گیا اور اپنے ہمراہیوں سے کہا "کہ اُٹھو اب وقت ہے پہرہ داروں پر یک جا حملہ کر کے اُن سے ہتھیار لے لو۔ اور پائندہ خان کو سوتے ہوئے قتل کر دو" یہ کہہ کر وہ اٹھا اور پہرہ دار سے جو اس پر مقرر تھا اور غافل تھا اسلحہ لے کر اس کو قتل کر دیا۔ اور پائندہ خان کو قتل کرنے کے لئے اس کی خواب گاہ کی طرف گیا۔ چنانچہ نزدیک پہنچ کر پائندہ خان کے ایک خدمت گار پر دو تین ہاتھ تلوار کے چلائے اور اس کو زخمی کر دیا۔ اس پر شور و غل اٹھا۔ اس کے ہمراہی ساتھ نہ آئے نہیں تو پائندہ خان کا کام تمام کر دیتے۔ پائندہ خان شور و غل سے اپنا ڈیرہ چھوڑ کر دوسرے ڈیرہ میں چلا گیا جب لوگ آگاہ ہوئے تو اس سپاہی اور اس کے ساتھیوں کو پابزنجیر کر کے انب کی طرف بھیج دیا گیا۔ اور پائندہ خان خود نالہ ندابی و سرن سے پار سیدان میں ایک دو روز سیر کر کے پار دریائے سندھ چلا گیا۔ نہ کوئی سکھ نہ ان کا کوئی سپاہی ان دنوں میں دریائے سرن سے پار گیا۔

پائندہ خان قلعہ دربند و گڑھی کا محاصرہ کرنے اور قبضہ کرنے کی ہمت نہ کر سکا۔ کیونکہ یہ دونوں قلعے بہت مستحکم تھے۔

یہ کش مکش ماہ اسوج سے شروع ہو کر ماہ بیساکھ کے آخر تک جاری رہی۔ لیکن قلعہ جات گلی، دربند، گڑھی کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ اور سپاہ قلعہ جات اپنی جگہ مضبوطی سے جمی رہی۔

اس اثناء میں خلیفہ سیّد احمد شاہ نے ملکی لشکر و مردمان یوسف زئی اور سرداران پشاور کے آدمیوں کے ساتھ چند دن تک سکھوں کی فوج کا محاصرہ کر لیا۔ سکھوں کی فوج کی تعداد قلیل تھی تقریباً دس بارہ ہزار اور ملکی لوگ جو سید احمد شاہ کے ساتھ تھے ان کی تعداد بالاتفاق ایک لاکھ پچیس ہزار تھی۔ سکھ پار دریائے سندھ وادیٔ نری میں (سنگر زدہ[1]) مورچہ بندی کر کے بیٹھے ہوئے تھے۔

---

[1] سنگر۔ لشکر کے گرد کانٹوں یا پتھروں یا لکڑی کے ڈنڈوں سے ایک مضبوط حصار تیار کر لیتے تھے۔ تاکہ رات کے وقت دشمن کے شب خون سے محفوظ رہیں۔ اسے بعض اوقات سنگھ بھی لکھا جاتا تھا۔

http://dilazak.org

آخر کار جنگ ہوئی۔ سکھ فتح یاب ہوئے۔ بہت سے ملکی لوگ قتل ہوئے۔ اور شکست کھا کر بھاگ گئے۔

اس جنگ کے بعد ہری سنگھ نے کچھ سوار اور پیادے ہزارہ کی امداد کے لئے بھیجے۔

ان ایام میں پائندہ خان کے ساتھ صلح ہو گئی۔ اُس کے چار نوکر جو قلعہ ہرکشن گڑھ میں قید تھے۔ رہا کر دئے گئے۔ اور قلعہ کرپلیاں و قادر آباد جو پائندہ خان نے فتح کر لئے تھے۔ واگزار کر دئے گئے اور قلعہ دربند و قلعہ گڑھی کا محاصرہ اُٹھا لیا گیا۔ آمد و رفت مابین شروع ہو گئی اور اہالیان کولائی کندپ و کالنجر و صوابی بدستور سابق رعیت ہو گئے۔ لیکن اس فتنہ و فساد سے سرکاری معاملہ کو بہت نقصان ہوا۔ تمام ملک کا مشخصہ محصول جو چھتیس ہزار روپیہ تھا۔ یہ ٹھیکہ ہرکشن مل کھتری ساکن مظفر آباد کا تھا۔ اُس کو ان آٹھ ماہ میں بیوپاریوں کی آمد و رفت و خرید و فروخت کے بند ہونے سے تیرہ ہزار روپیہ کا نقصان ہوا۔ اس بقایا کا مطالبہ اس سے کیا گیا۔ وہ متمول آدمی نہ تھا۔ اس واسطے ادا نہ کر سکا۔ لاچار قید کر لیا گیا اور جب تک ہری سنگھ کی حکومت رہی مستاجر مذکور قید میں رہا۔ اور سردار تیج سنگھ کے عہد میں اس کو رہائی ملی۔

سردار ہری سنگھ کے دل میں پائندہ خان کی مخالفت جاگزیں ہو گئی تھی اور وہ اس پر اعتبار کرتا تھا۔ لہذا ۱۸۸۴ بکرمی (۱۸۲۷ء) میں جب سردار ہری سنگھ سرداران پشاور سے مقررہ خراج کے گھوڑے لے کر اور معاملہ یوسف زئی کی تحصیل کر کے واپس لاہور جا رہا تھا اور اس کے ساتھ راجہ سوچیت سنگھ (برادر راجہ گلاب سنگھ) کی فوج بہ سرکردگی سردار کیسرا سنگھ بھی تھی راجہ صاحب سے چند روز کی رخصت لے کر وارد ہزارہ ہوا۔ تاکہ پائندہ خان کو تنبیہ کرے۔ اور اس کی دراز دستی کا تدارک کرے۔ اور پھلڑہ جاگیر پائندہ خان میں ڈیرہ کیا۔ پائندہ خان اپنا لشکر جمع کر کے بھینگڑہ پہاڑ پر بیٹھ گیا۔ چونکہ سردار ہری سنگھ کی رخصت تھوڑی تھی اور چاہتا تھا کہ کسی بہانہ سے پائندہ خان کے ساتھ جلدی صلح ہو سکے۔ تاکہ وہ واپس ہو سکے۔ پائندہ خان اپنی جگہ پر بیٹھا رہا اور کوئی سوال و جواب نہ کیا۔ اور اپنے سپاہیوں اور ہمراہیوں کو حکم دیا کہ اگر سکھوں کو کوئی سپاہی یا سوار نظر آئے۔ تو قتل کر کے اُس کا سامان لُوٹ لیا جائے اور جو کوئی ایک سر لائے اُس کو بیس روپیہ انعام دیا جائے گا۔ اسی وجہ سے فوج کے راستے بند ہو گئے۔ اور کوئی غلّہ وغیرہ فوج کو نہ پہنچ سکا۔ ڈیرہ میں آنے والے اور جانے والے بہت سے سپاہی قتل ہو گئے۔ اور ڈیرہ کھان میں جنس کی بہت گرانی ہو گئی۔ اس پر کیسرا سنگھ افسر فوج سوچیت سنگھ پر خفا ہوا۔ لاچار سردار ہری سنگھ نے اُس کی مرضی کے مطابق پائندہ خان سے دوستی کی باتیں کر کے ڈیرہ نے کوچ کر دیا۔

اور کچھ بندوبست یا فیصلہ نہ ہو سکا۔

اس کے بعد پھر دوسری بار سردار ہری سنگھ سمت ۱۸۸۵ بکرمی (۱۸۲۸ء) میں ہزارہ آیا۔ اس دفعہ اس کے آنے کی وجہ یہ تھی کہ دیوان کرپارام پسر دیوان موتی رام باپ کی جگہ پر کشمیر کے ناظم کے طور پر حکومت کرتا تھا۔ اور سلطان زبردست خان والی مظفر آباد کو گرفتار یا ملک بدر کرنا چاہتا تھا۔ اس نے سردار ہری سنگھ کو اس طرف سے حملہ کرنے کیلئے بلایا۔ اور خود کشمیر سے جانب مظفر آباد روانہ ہوا۔ راستہ میں تمام قلعہ جات کو مضبوط کرتا چلا آ رہا تھا۔ کہ اس طرف سے سردار ہری سنگھ بھی وارد ہزارہ ہوا۔ سردار ہری سنگھ کو خط لکھا تھا کہ اُدھر سے وہ آئے اور اِدھر سے یہ۔ اور سرحد طرفین پر سرکش یاغستان کے لوگوں کو مطیع کر لیا جائے۔ سردار خط کے ملتے ہی روانہ مظفر آباد ہوا۔ اور نالہ کنہار کے کنارے متصل گڑھی سعادت خان (حال گڑھی حبیب اللہ خان) میں ڈیرہ لگا دیا۔ حبیب اللہ خان اپنے بیٹوں بھائیوں اور بھتیجوں کے ساتھ سردار کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نالہ کنہار پر پُل باندھ کر سب لشکر کو بخوبی گزار کر لشکر کا پیش رو ہو کر آگے روانہ ہوا۔ اور سردار کو دریائے کشن گنگا پر پہنچا دیا جو مظفر آباد کے نیچے بہتا ہے۔

سردار ہری سنگھ نے اس جگہ پہنچتے ہی دیوان کرپارام کو خط لکھا۔ "ہم آں مخلص مہربان کے خط پر یہاں پہنچ گئے ہیں۔ اگر آپ بھی جلدی سے پہنچ جائیں تو متفقہ طور پر سب کام سرانجام کیا جائے۔ میں زیادہ دیر یہاں نہیں ٹھہر سکتا۔ بعد میں آپ شکایت نہ کریں"

دیوان نے یہ خط پڑھتے ہی فوراً جواب دیا۔ "کہ ہم کشمیر سے اپنے بل بوتے پر یہاں آئے ہیں اور قلعہ چکار و قلعہ دوپٹہ کی مرمت کرا رہے ہیں جس وقت اس کام سے فراغت حاصل ہو جائے گی، آ جائیں گے۔ اگر آں مہربان کو فرصت نہیں ہے تو آپ مختار ہیں"

سردار نے جب یہ خط پڑھا۔ تو سلطان زبردست خان نے چار ہزار روپیہ نذرانہ جو اس نے بذریعہ جواہر شاہ برادر سپاہی ہریا سنگھ، شاہوکار ہرکشن گڑھ بھیجا تھا۔ قبول کر کے ڈیرہ کوچ کر کے واپس روانہ ہو گیا۔

اس اثناء میں حبیب اللہ خان نے اپنے آدمیوں کو بھیج کر نالہ کنہار کا پل بہ طرف گھوڑی[1] کو توڑوا دیا۔ اور جنگ پر آمادہ ہو گیا۔ جب سردار دُب پہاڑ پر پہنچا تو گھوڑی کی طرف سلطان نجب خان و

---

[1] گھوڑی آزاد کشمیر میں مظفر آباد سے اُس طرف ہے۔

http://dilazak.org

حبیب اللہ خان کے آدمیوں نے جنگ شروع کر دی۔ سردار ہری سنگھ کو ستانی جنگ سے واقف اور تجربہ کار تھا۔ کچھ فکر نہ کیا اور پوری مستقل مزاجی سے دُبّ پہاڑ کو عبور کر کے نیچے اُتر آیا۔ اور گڑھی حبیب اللہ کے ساتھ ڈیرہ کیا۔ گڑھی حبیب اللہ کو لُوٹ کر جلا دیا۔ اور حبیب اللہ خان کی ایک پختہ حویلی میں تھانہ مقرر کر کے نتھا سنگھ کو تھانیدار مقرر کیا۔ ایک دو دن وہاں رہ کر دریائے کنہار پر پُل کر عبور کر کے اس طرف آگیا۔ اور قلعہ مانسہرہ کے متصل ڈیرہ کیا۔

یہاں پر اُس پھلڑہ کی جانب سے خبر پہنچی۔ کہ احمد علی ہمشیر زادہ خلیفہ سیّد احمد شاہ کچھ جمعیت کے ساتھ پھلڑا پہنچ گیا ہے۔ اور اس طرف آنے والا ہے اور یہ بھی خبر پہنچی کہ سلطان نجب خان و حبیب اللہ خان نے متفق ہو کر نتھا سنگھ کو بمعہ لشکر اپنی حویلی سے نکال دیا ہے۔ اور بدستور حبیب اللہ خان اپنی حویلی میں مقیم ہو گیا ہے۔

اس خبر پر سردار ہری سنگھ فوراً سوار ہو کر دریائے کنہار پر پہنچ گیا۔ نتھا سنگھ پہلے ہی دریا کو عبور کر کے اس طرف آچکا تھا۔ اور سردار کی خدمت میں حاضر ہوا۔

سردار ہری سنگھ سخت ناراض ہوا اور پابزنجیر کر کے قید کر دیا۔ وہ دو سال تک قید رہا۔ بعد میں دو ہزار روپیہ جرمانہ لے کر رہا کر دیا۔

سردار ہری سنگھ یہاں سے واپس ہو کر مانسہرہ پہنچا اور بھوت کٹھہ کے متصل ڈیرہ کیا۔

احمد علی ہمشیر زادہ خلیفہ صاحب ساٹھ نفر ہندوستانی اور دو تین ہزار ملکی لوگوں کے پھلڑا میں مقیم تھا۔ جب یہ خبر سردار کو پہنچی تو اس نے مولوی سکندر کی تدبیر پر اپنا ڈیرہ اٹھا کر نواں شہر کی طرف رُخ کیا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ سردار ہزارہ کی طرف کسی کام کے لئے چلا گیا ہے۔ اس پر خلیفہ کے آدمی معہ احمد علی ہمشیرہ زادہ سیّد احمد شاہ جو کہ پھلڑہ میں تھے دلیر ہو کر بعض نالہ سرن کو پار کر کے اس طرف آگئے اور بعض نے موضع پوزنیاں متصل پھلڑہ جمعیت قائم کی۔

سردار ہری سنگھ نے ابھی ایک پہر رات باقی تھی کہ بارود و اسلحہ لشکر میں تقسیم کر کے اور سوار ہو کر بطور چپاول بوقت طلوع آفتاب موضع پھلڑہ و کہڑ کہ سے نیچے نالہ سرن کو پار کرنا شروع کر دیا۔ احمد علی کے ہمراہی جو اُس پار تھے وہ سب بھاگ کر اُس پار چلے گئے۔ اور وہ اور ان کے دوسرے ہمراہی بھی پھلڑہ و پوزنیاں سے آکر جمع ہو گئے اور فائر شروع کر دئے۔ اگرچہ اس یلغار میں سردار کے چار سوار گولی لگنے سے مر گئے۔ لیکن سردار فوج کو لے کر پار پہنچ گیا۔ احمد علی کے ساتھ ہمراہی جنگ پر مستعد ہو گئے اور دونوں طرف سے تیر و تفنگ کی بازی شروع ہو گئی۔ ملکیہ

لوگ تو سب بھاگ کر چوٹی پر چڑھ گئے۔ لیکن ہندوستانی مجاہدین نے بمعہ احمد علی نہایت جوانمردی اور کمال سرفرازی سے جنگ کی۔ سردار کے لشکر سے دو تین سوار اور ایک سو پیادے زخمی کر دئے لیکن تعداد میں تھوڑے ہونے کی وجہ سے آخر کار سب شہید ہو گئے۔ ایک شخص بھی زندہ نہ رہا۔ سردار پوری فتح و نصرت کے ساتھ اپنے ڈیرہ کو واپس ہو کر متوجہ ہزارہ ہوا۔ اور تھانہ دار اور کارگزار حسب دستور اپنے فرض منصبی میں مشغول ہو گئے۔

اس کے بعد خلیفہ سیّد احمد شاہ نے پائندہ خان تنولی کو لکھا۔ "کہ آپ میرے وزیر بن جائیں۔ اور میری خلافت پر بیعت کریں۔ اس میں آپ کے لئے انشاء اللہ بہتری ہو گی۔ اور آپ کی کرسی نشینی کا عمدہ بندوبست ہو گا"۔ چنانچہ پائندہ خان بہ وکالت حسن شاہ سیّد اس بات پر راضی ہو گیا۔ اور خلیفہ سیّد احمد شاہ اور پائندہ خان دونوں ملاقات کے لئے نزدیک ہوئے۔ چنانچہ خلیفہ صاحب پنجتار سے آکر موضع کھبل میں اقامت گزیں ہوئے۔ دریائے سندھ کے دونوں طرف کے لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ اور قلعہ تربیلہ کا محاصرہ کیا۔ ہزارہ میں فوج کم تھی۔ یہی آٹھ سو کے قریب پیادہ اور ڈھائی سو کے قریب سوار مہاں سنگھ کے پاس تھے۔ باقی سپاہ اپنے اپنے قلعوں میں متعین تھی۔ ان ایام میں مہاراجہ صاحب کے حکم سے جنرل الارڈ صاحب تین رجمنٹ کے ساتھ موضع واہ متصل حسن ابدال میں وارد ہوا۔ یہ سن کر مہاں سنگھ نے خط دے کر اپنے ایک معتبر آدمی کو الارڈ صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ اگرچہ اول تو اس نے بغیر حکم مہاراجہ صاحب امداد سے عذر کیا۔ لیکن بعد میں ایک رجمنٹ (II DRAGONS) کہتے تھے۔ زیر سرکردگی سردھا سنگھ سندھیانوالہ روانہ کی۔ یہ رجمنٹ جلدی سے واہ سے معہ معتبر سردار مہاں سنگھ بھارو کوٹ پہنچ گئی ایک رات رجمنٹ نے بھارو کوٹ قیام کیا۔ دوسرے روز ہزارہ کی فوج نے تربیلہ کی طرف پیش قدمی کی اور یہ رجمنٹ ان کے پیچھے روانہ ہوئی۔

نوٹ:۔ جے۔ پی فیریر (J.P. FERRIER) کے سفرنامہ ایران، افغانستان، ترکستان و بلوچستان کا مندرجہ ذیل اقتباس رنجیت سنگھ کا اپنی فوج کو نئے سرے سے یورپین کمانڈروں کے تحت تیار کرنے کو واضح کرتا ہے (ص ۳۴۸) رنجیت سنگھ شہرت سے ان افسروں کو جنہوں نے نپولین بوناپارٹ کے ماتحت ملازمت کی اپنے ہاں ملازم رکھ لیا۔ یعنی الارڈ (ALLARD) کورٹ (COURT) (دونوں فرانسیسی تھے) ونتورا (VENTURA) (یہ طلان اٹلی کا رہنے والا تھا) اور ابی طبیلہ (AVITABILE) (نیپلز کا رہنے والا۔ یہ سب شہرہ آفاق جنرل تھے)

http://dilazak.org

جب یہ فوج تربیلہ پہنچی تو زمینداران تربیلہ جو کہ اپنا مال ومتاع اور اہل وعیال پہلے ہی گھروں سے نکال چکے تھے، آمادہ جنگ ہو گئے۔ اور طرفین میں خوب بندوق کی جنگ ہوئی۔ آخر کار زمینداروں کے چند آدمی مارے گئے اور باقی فرار ہو گئے۔ اور قلعہ کا محاصرہ اٹھ گیا۔ اس رجمنٹ نے رات تربیلہ ہی میں گزاری۔ اس رجمنٹ کے پانچ چھ سوار جو تنخواہ لینے کے لئے پنڈ دادنخاں گئے ہوئے تھے بمعہ ہتھیار وغیرہ بہ سلامت واپس آکر الارڈ صاحب کے ڈیرہ واہ میں حاضر ہو گئے محاصرہ اٹھ جانے کے بعد الارڈ صاحب نے تربیلہ سے کوچ کر کے رات چھچھ موضع غور غشتی میں قیام کیا۔ لیکن یہ سوار اپنی رجمنٹ سے ملنے کے لئے براہِ غازی گھرڑی روانہ تربیلہ ہوئے۔ کسی نے ان کو منع نہ کیا کہ اس راستہ سے نہ جائیں۔ یہ چھ سوار گھوڑوں، ٹٹوؤں اور تھیلوں کے ساتھ اس راہ سے کھرڑی و غازی سے عازم تربیلہ ہوئے۔ جب یہ سوار موضع موہٹ پہنچے تو اہالیانِ موضع بڑی چاپلوسی اور خوشامد سے پیش آئے۔ اور کہا کہ تربیلہ یہاں سے دور ہے۔ آپ رات یہیں قیام کریں۔ چارپائیاں لاکر سواروں کو دیں۔ رسد و دانہ پیش کیا۔ سوار اتر پڑے۔ دانہ ورسد لے کر روٹی پکانے اور دیگر کاموں میں مشغول ہو گئے۔ کہ یک لخت زمینداران دِہ نے اُن کے اسلحہ پر قبضہ کر کے حملہ کر دیا۔ اور سب کو قتل کر دیا۔ ایک ہی سکھ سپاہی بچا جس نے بھاگ کر رجمنٹ میں اس واقعہ کی خبر دی۔ موہٹ کے زمیندار سواروں کا مال متاع، گھوڑے اور نقدی جو کچھ بھی ان کے پاس تھا لیکر جالا[1] پر سوار ہو کر دریائے سندھ کے درمیان بیلہ (جزیرہ) میں جا کر بیٹھ گئے۔

بہم تربیلہ کے بعد سب رجمنٹ الارڈ صاحب کے پاس جمع ہو گئی۔ اور جب اس نے اس واقعہ کی خبر سنی تو اس کے انتظام کا فکر کیا۔ ایک افغان مسمی پھلیل خان نے جو سکھوں کا بہت خیر خواہ تھا۔ الارڈ صاحب سے ملاقات کی۔ اس نے سب فوج سکھان، پانچ سو سواروں کو اپنی رہنمائی میں ایک پایاب جگہ سے دریا پار کرا کر بیلہ میں پہنچا دیا۔ جب کہ مفسد بے فکر بیٹھے تھے۔ فوج نے ان سب کو بے خبری میں وہاں جا لیا۔ اُن کے بال بچوں اور مردوں سے بہت کو قتل اور بعض کو گرفتار کر لیا۔ سب مال ومتاع غارت شدہ اور گھوڑوں کو قبضہ پر کر لیا۔ اور کما حقہٗ تدارک وتلافیِ واقعہ قتل سواراں و غارت اسباب مال کر دی گئی۔

---

[1] ۔ جالا لکڑیوں کو یک جا باندھ کر اس پر بیٹھ کر دریا پار کرتے ہیں۔

ملاقات سیّد احمد شہیدؒ و پائندہ خان

یہ ملاقات گڑھی ستھانہ کیا میں ہوئی۔ ملاقات کے وقت پائندہ خان کے بھائیوں اور نوکروں نے سیّد شہید کے سامنے اتنی تعظیم و سرافگندگی سے پیش خدمت ہوئے جیسے کہ ان کا تمام عمر پائندہ خان کے ساتھ کوئی واسطہ اور غرض ہی نہ تھی۔ اور یہ سب لوگ گویا قدیم سے سیّد احمد شہیدؒ ہی کے پروردہ تھے۔ جب پائندہ خان نے اپنے بھائیوں، رشتہ داروں اور ملازموں کی یہ حالت دیکھی تو اس کے دل میں یہ وسواس اور وہم پیدا ہوا۔ کہ یہ سب لوگ بمعہ ملازمان کے سیّد صاحب کے اتنے طرفدار ہیں تو ضرور ایک روز اس کو گرفتار کر کے خلیفہ سیّد احمد صاحب کے حوالے کر دیں گے۔ اگرچہ بظاہر ملاقات ہو گئی۔ لیکن پائندہ خان، دل میں بہت متفکر و متوحش ہو گیا۔ اور اپنے دل میں فیصلہ کر لیا۔ کہ سیّد صاحب سے کنارہ کشی کرنی ہی بہتر ہے۔ اُن کے ساتھ رہ کر موافقت مشکل ہے۔ علیحدگی کا مشورہ کیا۔

اس اثناء میں سربلند خان تنولی، جس کی پائندہ خان کے ساتھ دشمنی تھی، اپنے بیٹے نواب خان کے ساتھ حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر نوکر ہو گیا۔ اور پائندہ خان کا سگا بھائی مدد خان بھی، جو پائندہ خان سے آزردہ خاطر تھا۔ خلیفہ صاحب کے ساتھ وقت موزوں کا منتظر تھا۔

سیّد شہیدؒ نے پائندہ خان کے ملک کو فتح کرنے کا عزم کیا۔ مدد خان اور سربلند خان کی رہنمائی میں کوہستان کے راستہ سے آئے۔ پائندہ خان اپنی فوج سوار و پیادہ کے ساتھ انب میں تیار کھڑا تھا لیکن دل میں فکرمند تھا۔ کہ اُس کے اپنے نوکر ہی کہیں بے ایمانی سے اس کو گرفتار نہ کر لیں۔ جب اس نے دیکھا کہ مقابلہ میں اُس کے نوکر گولی ڈالے بغیر بندوق چلا رہے ہیں تو اپنے دس بارہ خیر خواہوں کے ساتھ چتر بھائیؒ کی گڑھی کی طرف چلا گیا۔ یہ ایک چھوٹی سی گڑھی دریائے سندھ کے درمیان ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ دو راتیں وہاں گزار کر اپنے بال بچوں کو دریائے پار گزار کر خود علاقہ کوہستانی میں آکر بیٹھ گیا۔

جب سیّد احمد شہیدؒ نے اپنا مورچہ انب میں محکم کر لیا تو سب ملکی لوگوں نے عرض کی کہ اب ہم پائندہ خان سے کوئی واسطہ نہ رکھیں گے۔ اور آپ کی اور مدد خان کی نوکری کریں گے۔

جب خلیفہ صاحب کے چند آدمی دریا سے پار گئے تو پائندہ خان جان کے خوف سے واپس

http://dilazak.org

کولاٹی سے فرار ہو کر براہ شیر گڑھ اگرور کی طرف چلا گیا۔ اور اہل و اولاد اور اپنے لوگوں کے ساتھ اگرور میں مقیم ہو گیا۔ دو تین دن گزرے تھے کہ عبدالغفور خان اگرور والے نے، پائندہ خان کی بہن سے جو اس کے والد نواب خان نے اپنی عین حیات میں اُس کو نامزد کر دی تھی اور یہ نکاح کرا کے نہ دیتا تھا جبراً نکاح کرنے کا بندوبست کیا۔ اس بات سے پائندہ خان بہت ناراض اور رنجیدہ خاطر ہوا۔ اتفاقاً ان ایام میں سردار ہری سنگھ ہزارہ میں آیا ہوا تھا۔ اور قلعہ مانسہرہ میں اس کا ڈیرہ تھا۔ آدھی رات کے وقت پائندہ خان نے اپنے لڑکے جہانداد خان کو بمعہ اپنے معتبر آدمیوں کے سردار ہری سنگھ کے پاس بھیجا۔ کہ اس وقت میری عزت کا سوال ہے جس طرح سے بھی ہو میری مدد کریں۔ سردار ہری سنگھ نے ہزارہ کی فوج زیر سرکردگی دیوان سنگھ روانہ کی۔ جو قلعہ گلی سے گزرتی ہوئی موضع چندیر میں جا کر مقیم ہوئی۔

اس فوج کے آجانے سے پائندہ خان کو تقویت حاصل ہوئی رات کو اگروریوں کی گرفت سے نکل بھاگا حالانکہ اگروریوں نے اسی رات پائندہ خان کو بمعہ اس کے چند آدمیوں کے جو اس کے ہمراہ تھے۔ قتل کر کے اس کی بہن سے عقد کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ پائندہ خان وہاں سے بھاگ کر موضع میرا میں آکر مقیم ہوا۔

دوسرے دن گڑھی شولگلی جو مدد خان کے ماتحت تھی خلاص کر کے پائندہ خان کے حوالے کر دی۔ دوسرے روز سردار ہری سنگھ نے معہ لشکر اس کے ساتھ ڈیرہ کیا۔ اور پائندہ خان نے اپنا ڈیرہ ڈنڈا کھولیاں میں کیا۔

تیسرے روز سردار ہری سنگھ کی فوج اور پائندہ خان کے آدمیوں نے یک جا کر قلعہ چمبیری کا محاصرہ کیا۔ اس قلعہ میں محمد خان جو پائندہ خان کا چچا تھا۔ از طرف مذخان مختار ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔ دو روز بندوق و زنبورک وغیرہ سے جنگ ہوتی رہی۔ کسی الوس نے محصورین کی امداد نہ کی۔ تیسرے روز محمد خان قلعہ سے باہر آکر حاضر ہو گیا۔ پائندہ خان اس کی خاطر مدارات کر کے اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس کے بعد چمبیری سے کوچ کر کے نکہ پانی کے راستہ سے وارد میدان دربند ہوئے چنانچہ سردار ہری سنگھ کی امداد سے ملک پائندہ خان کی رعیت بن گیا۔ لوگ شرمندہ و نادم ہو کر حاضر ہوتے تھے اور اس وقت پائندہ خان بھی حسب حال ان سے جرمانہ وصول کر کے معاف کرتا رہا۔ یہاں تک کہ صرف قلعہ انب۔ کہ مسکن پائندہ خان تھا۔ اور دریا کے درمیان کا قلعہ چتر بائی خلیفہ صاحب کے ماتحت رہ گئے۔ باقی سب ملک پھر سے پائندہ خان کے ماتحت آگیا۔ سردار ہری سنگھ نے کہا کہ بقیہ دو قلعے بھی فتح کر لئے جاتے

لیکن دریا میں طغیانی ہے اس واسطے جب بھی طغیانی کم ہوئی بقیہ دونوں قلعے انب و چتر بائی بھی فتح کر کے پائندہ خان کو دے دئے جائیں گے وہ تسلی رکھے۔ کوئی اندیشہ نہ کرے کہ وہ اب اُس کو اپنے معتقدوں میں شمار کرتا ہے۔

سردار ہری سنگھ ہزارہ کو واپس آگیا اور پائندہ خان نے وانڈھی بگوائی کی طرف جا کر وہاں ڈیرہ کیا۔

پائندہ خان کے نصیب نے یاوری کی۔ دریائے سندھ کی طغیانی کم ہو گئی اور برسات کا موسم گزر گیا اور سردی کا موسم آگیا۔

جب سردار ہری سنگھ ہزارہ سے لاہور کی طرف جانے لگا تو جہانداد خان پسر پائندہ خان کو جو سردار کی خدمت میں حاضر تھا ساتھ ہی لے گیا۔ لاہور پہنچنے پر جہانداد خان کو مہاراجہ صاحب کی خدمت میں پیش کر کے کہا کہ اس کو بطور یرغمال لایا ہوں۔

اس اثناء میں جب یوسف زئی کے لوگوں نے خلیفہ سید احمد شاہؒ کے آدمیوں کو سب علاقہ یوسف زئی میں بہانہ سے قتل کر دیا۔ تو خلیفہ صاحبؒ کروڑ ہو کر شکری و نندھیاڑ کی طرف چلے گئے اور پائندہ خان نے قلعہ انب اور قلعہ چتر بائی پر بغیر جنگ قبضہ کر لیا۔

چند روز بعد پائندہ خان اور سردار مہاں سنگھ کے درمیان جھگڑا شروع ہو گیا۔ قلعہ دربند و گڑھی کا راستہ مسدود کر دیا گیا۔ علاقہ تنول حصہ پلال میں جو زیر حکومت سکھان تھا۔ ڈاکہ اور شب خونی کی واردات پائندہ خان نے شروع کر دیں۔ لہٰذا سردار ہری سنگھ کو پھر ہزارہ آنا پڑا۔ قلعہ دربند، گڑھی کے راستوں کو کھولنے اور قلعہ قادر آباد و قلعہ کریلیاں جن پر پائندہ خان نے قبضہ کر لیا تھا۔ واگذار کرنے کے لئے میدان میں آنا پڑا۔ سردار ہری سنگھ نے ہر طرف سے یورش کی۔ لیکن قلعہ فتح نہ ہوا۔ کافی روز جنگ ہوتی رہی اور بہت سے جنگ آزمودہ لوگ سردار ہری سنگھ کی جانب سے مارے گئے۔ ایک دن سردار نے غصہ میں آکر حکم دیا کہ جہانداد خان کو گولوں کی زد میں باندھ دیا جائے۔ شاید پائندہ خان اس ڈر سے کہ جہانداد کو گولی نہ لگے۔ گولہ باری بند کرا دے۔ لیکن پائندہ خان نے اپنے گولہ اندازوں اور بندوقچیوں کو حکم دیا کہ ہرگز صرفہ نہ کریں۔ یہ نامردوں کا کام ہے۔ اگرچہ جہانداد خان ادھر ہے تاہم اگر گولی اس کو بھی لگ جائے تو کوئی ہرج نہیں اور نہ مجھے غم ہو گا۔ چنانچہ گولہ باری بدستور جاری رہی مجبوراً سردار نے خود جہانداد کو کھول دیا اور ساتھ ڈیرہ میں لے آیا۔ بارہ دن تک یہ جنگ اور گولہ باری جاری رہی۔ آخر کار کچھ وکیلوں کی وساطت سے جانبین میں گفت و شنید ہوئی اور

http://dilazak.org

صلح ہو گئی۔ قلعہ قادر آباد خلاص کر دیا گیا۔ اور درہند و گڑھی کا راستہ بھی کھول دیا گیا۔ اور اجناس کے ذخیرے قلعوں میں داخل کر دئے گئے۔ جہانداد خان حسب سابق قلعہ کشن گڑھ میں قید رہا اور سردار خود لاہور کی طرف چلا گیا۔ اور جہانداد خان کی رہائی کسی صورت سے عمل میں نہ آسکی۔

لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ جس سال دوست محمد خان امیر کابل بذاتِ خود پشاور کی طرف آیا تو مہاراجہ صاحب والیٔ لاہور سکھوں کی جمعیت کے ساتھ روانۂ پشاور ہوا۔ تو راستہ میں مقام جنجہ سے سعد اللہ خان جو زمینداران کھٹڑے سے تھا کو بطور وکیل پائندہ خان کی طرف بھیجا کہ پائندہ خان کو تسلی دی جائے اور کہا جائے کہ اگر وہ خود حاضر ہو جائے تو اس کے بیٹے جہانداد خان کو رہا کر دیا جائے گا اور اس کی جاگیر میں اضافہ بھی کر دیا جائے گا۔ جب سعد اللہ خان وہاں پائندہ خان کے پاس پہنچا۔ تو اس نے اس کو پابزنجیر کر کے قید کر دیا۔ پائندہ خان کے خیر اندیش اور نیک خواہوں نے اس کو کہا کہ وکیلوں کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کرتا۔ لیکن پائندہ خان نے کسی کی بات پر کان نہ دھرا۔ اور جواب دیا۔ "مجھے بھی معلوم ہے کہ مہاراجہ صاحب والیٔ لاہور کے وکیل کو قید کرنے کے بعد تنول میں رہنا محال ہے لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ جہانداد خان کی خلاصی بھی اس اقدام کے بغیر ناممکن ہے۔ جب مہاراجہ مجھ پر حملہ کرے گا تو میں بھاگ کر پہاڑوں پر چلا جاؤں گا۔ لیکن سعد اللہ خان کو بھی ساتھ لے جاؤں گا۔ اگرچہ مہاراجہ کی فوج میرے تعاقب میں پہنچ کر نزدیک ہو گئی تو سعد اللہ خان کو دریائے سندھ میں غرق کر دوں گا۔"

جب ان واقعات کی اطلاع مہاراجہ صاحب والیٔ لاہور سے مفصل بیان کی گئی تو مہاراجہ نے کہا کہ سچ ہے جہانداد خان کی رہائی کے بغیر سعد اللہ خان کی رہائی بھی مشکل ہے۔ لہٰذا سردار ہری سنگھ کے نام پروانہ جاری ہوا کہ جہانداد خان کو فوراً بحضور مہاراجہ پیش کیا جائے۔ چنانچہ جہانداد خان کو سردار ہری سنگھ کے معتبروں کی معیت میں مہاراجہ کی خدمت میں حاضر کر دیا گیا۔ اسی وقت جہانداد خان کو بھائی ماہون سنگھ کاردار علاقہ کنہار کے سپرد کر دیا گیا کہ اس کو پائندہ خان کے حوالے کر دیا جائے۔ اور سعد اللہ خان کو لے آئیں۔ بھائی مذکور نے جہانداد خان کو خانی زمان خان گندگریہ (طاہر خیلی۔ ش ب) کے حوالہ کر دیا۔ کہ اس کو پائندہ خان کے پاس پہنچوا دیا جائے۔ خانی زمان خان نے جہانداد خان کو پائندہ خان کے پاس پہنچا دیا۔ پائندہ خان نے بہت خوشی کی۔ اور سعد اللہ خان کو فوراً رہا کر کے خانی زمان خان گندگریہ کے آدمیوں کے حوالہ کر دیا۔

اس کے بعد پائندہ خان نے کبھی بھی جہانداد خان کو کسی حاکم یا سردار کی ملاقات کے لئے

نہ بھیجا۔ اور نہ خود ہی پائندہ خان نے کبھی کسی سردار، دُرّانی یا سکھ کے ساتھ ملاقات کی۔ اپنی جگہ پر الگ تھلگ رہتا تھا۔

مہاں سنگھ کی واپسی ہزارہ

سردار مہاں سنگھ ملک یکھلی کے بندوبست سے فارغ ہو کر ہزارہ کی طرف آیا۔ تو اس نے راجگان خانپور کے ذمہ واجب الادا رقوم۔ کچھ بقایا قرضہ جات اور کچھ بقایا رقوم از نذرانہ سالانہ کا حساب طلب کیا۔ اگرچہ مہاں سنگھ کی جانب سے بھائی روپ سنگھ خاص طور پر خان پور کی تھانہ داری پر مقرر تھا اور راجگان نے ان رقومات کے ادا نہ کر سکنے کی بابت کوئی عذر تھانہ دار کے سامنے پیش کیا۔ اور نہ ہی سردار مہاں سنگھ نے راجہ نجب خان کا حبس کے ساتھ اس نے دستار تبدیل کی تھی کوئی لحاظ کیا اور سردار ہری سنگھ کو لکھا کہ راجگان خان پور اطاعت و خدمت سے پہلو تہی کرتے ہیں بلکہ فاسد ارادہ بغاوت دل میں رکھتے ہیں۔ مہاں سنگھ کا یہ خط سردار ہری سنگھ نے مہاراجہ صاحب والیٔ لاہور کی خدمت میں پیش کر کے یہ منظوری لے لی۔ کہ اگر راجگان حکم عدولی کریں تو ملک خان پور ضبط کر لیا جائے۔

یہ حکم حاصل کر لینے کے بعد سردار ہری سنگھ ایام دسہرہ کے بعد جب سردارانِ پشاور سے گھوڑے وغیرہ بطور نذرانہ اور معاملہ ملک یوسف زئی وصول کر لینے کے بعد راولپنڈی پہنچا تو راجگان خان پور کو حکم بھیجا کہ اگر خان پور کا ملک چاہتے ہیں تو فوراً حاضر ہو جائیں۔ غیر حاضری یا توقف کرنے پر اُن کی جاگیر ضبط کر لی جائے گی۔ اور ساتھ ہی اپنا ایک معتبر آدمی ان کی تسلی کے لئے بھی بھیج دیا کہ راجگان کو دل جمعی کرا کر حاضر کرے۔ اُس شخص نے تقریر و تمثیل سے راجگان کو بہت نصیحت و فہمائش کی۔ لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ راجہ نجب خان و راجہ علی گوہر خان حاضر ہونے کے لئے ہرگز تیار نہ ہوئے۔ وہ معتبر لاچار ہو کر دونوں راجگان کا ایک ایک معتمد ساتھ لے کر سردار ہری سنگھ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ ان معتمدوں نے ایک راس گھوڑا بطور نذرانہ سردار کی خدمت میں پیش کیا۔ سردار نے نذرانہ منظور کر لیا۔ اور ان معتبروں کو خلعت دے کر رخصت کر دیا۔ اور سردار مہاں سنگھ کو لکھ دیا کہ وہ ہزارہ کی طرف سے خان پور آئے اور ارجن سنگھ (پسر سردار ہری سنگھ) کو لکھا کہ وہ بھی جو فوج سردار ہری سنگھ کی۔ پلٹن و سوار ہمراہ لائے کالا میں ہے لے کر خان پور کی طرف بڑھے۔ خود سردار ہری سنگھ علی الصبح راولپنڈی سے سوار ہو کر ہزارہ کو براہ شاہ اللہ دتا خان پور کی طرف روانہ ہوا۔ جب راجگان خان پور نے تین اطراف سے فوج کو آتے

http://dilazak.org

دیکھا تو اپنے اہل وعیال کو لے کر کوہستان ڈھونڈھاں مواضعات ہیڑ وغیرہ میں جا کر قیام کر لیا۔

سردار ہری سنگھ نے خان پور میں ڈیرہ کیا۔ اور ۱۸۸۸ بکرمی مطابق ۱۸۳۱ء وہاں ایک قلعہ تعمیر کیا۔ اب اس جگہ پر خان پور کا تھانہ ہے۔ اور اسی سال سے خان پور کا معاملہ شامل ہزارہ کیا گیا۔ قلعہ کی تعمیر کے بعد سردار ہری سنگھ تحصیل معاملہ راولپنڈی، گھیب، کھاٹڑ، دھنی و چھچھ ہزارہ کی خاطر راولپنڈی کی طرف چلا گیا۔ اس کے بعد راجگان خان پور نے دو تین دفعہ خان پور پر شب خون مارے اور طرفین کی جانب سے دو چار آدمی مارے گئے۔ اور کچھ زخمی ہوئے۔ لیکن راجگان کو اپنے مقصد میں کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ نہ ہی ان کو کچھ معاش کے لئے ملا۔ اور نہ ہی جاگیر۔ یہاں تک کہ سردار ہری سنگھ کی زندگی میں (یعنی ۱۸۳۷ء تک) اپنے وطن کی طرف نزدیک آنے کی بھی ہمت نہ ہوئی۔

سردار ہری سنگھ تحصیل معاملہ کے بعد موسم برسات میں اپنے مسکن گوجرانوالہ کو چلا گیا۔ موسم برسات گزر جانے کے بعد دسہرہ کے نزدیک مہاراجہ صاحب والیِ لاہور کے حضور حاضر ہو گیا۔

ایک دن (یعنی ۱۸۳۱ء میں) مہاراجہ صاحب والیِ لاہور کے دربار میں ذکر کیا گیا کہ راجہ شاہ ولی خان ماندلہ والا اہالیانِ راولپنڈی پر بہت ظلم و تعدی کرتا ہے۔ شام کے بعد اگر کوئی کھترانی (ہندو عورت) برائے قضاء حاجت باہر کھیتوں میں جائے تو شاہ ولی خان کے سوار اس کو پکڑ کر موضع ماندلہ میں لے جاتے ہیں اور دو چار دن قید رکھنے کے بعد اگر اس عورت کے ورثاء کسی بارسوخ زمیندار کی وساطت سے منت سماجت کریں تو حسبِ خواہش جرمانہ لے کر چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ بات سن کر مہاراجہ صاحب والیِ لاہور نے فرمایا۔ کہ اس قدر ظلم و تعدی پر بھی کوئی شاہ ولی خان راجہ ماندلہ کو تنبیہ نہیں کرتا۔ سردار ہری سنگھ نے جو اس وقت دربار میں حاضر تھا اٹھ کر عرض کی۔ کہ اگر حضور کا حکم ہو تو یہ کیا مشکل کام ہے۔

مہاراجہ نے فرمایا کہ ایسے اعمال کرنے والوں کو سخت سزا دی جانی چاہیئے۔

ایامِ دسہرہ کے گزرنے کے بعد مہاراجہ صاحب نے سردار ہری سنگھ کو سردارانِ پشاور سے خراج کے گھوڑے لینے اور معاملہ یوسف زئی جمع کرنے کے لئے بہت سی فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ تاکہ راستہ میں راجہ شاہ ولی خان کو بھی سزا دی جائے۔ جب سردار راولپنڈی پہنچا۔ تو راجہ شاہ ولی خان اور انتظام ہزارہ و ناہ کا فکر کیا۔ چنانچہ واقف کاران علاقہ سے وناہ کا راستہ پوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ کوہ وناہ کا راستہ سخت دشوار ہے۔ اگر نیلاں بھوتو کا راستہ اختیار کیا جائے تو آسانی سے کوہِ وناہ پر پہنچا جا سکتا ہے۔

لہذا سردار ہری سنگھ حسبِ تجویز واقف رہبر کو ساتھ لے کر براہِ گولڑہ روانہ ہوا۔ راستہ میں گولڑہ کے عوام اور قرب و جوار کے لوگوں نے سردار سے عرض کی کہ آپ وناہ کے تدارک اور شاہ ولی خان ماندلہ

کی تنبیہ کا عزم رکھتے ہیں۔ حالانکہ بکہ خان گولڑہ ان سب سے زیادہ ظالم ہے۔ آپ اس کو کیوں سزا نہیں دیتے ہیں۔ سردار نے یہ بات سن کر بہت سے لوگوں سے اس بات کی تفتیش اور استفسار کیا۔ سب نے بکہ خان کے ظلم و زیادتی کی تصدیق کی۔ جب عام لوگوں سے بکہ خان گولڑہ کی بدنامی کا آوازہ سنا تو بکہ خان کو توپ سے اڑا دیا۔ دوسرے دن ڈیرہ موضع نورپور پہنچا تو شاہ ولی خان ماندلہ کو بمعہ بال بچہ گرفتار کر کے قلعہ ہرکشن گڑھ (ہری پور) کی طرف بھیج دیا۔ چنانچہ وہ چند سال سردار ہری سنگھ کے بیٹے کے پاس قید رہا۔ اس کے بعد نورپور سے سوار ہو کر کوہِ وناہ کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ وناہ کے ڈھونڈھوں نے کچھ دیر بندوق رانی کی۔ لیکن آخر کار سب لوگ اپنے اہل وعیال اور سامان کو اپنے گھروں سے نکالنے میں مصروف ہو گئے۔ اور سردار کی فوج وناہ میں داخل ہو گئی۔

وہاں پر ڈیرہ قائم ہو جانے کے بعد وناہ کا قلعہ تعمیر کرنے کی تجویز ہوئی۔ قلعہ کی بنیاد رکھی گئی مزدور و معمار اس کی تعمیر کے لئے مقرر کئے گئے۔ چونکہ وناہ کے سب لوگ بھاگ گئے تھے۔ اُن کے گھروں کو مسمار کر کے لکڑی، شہتیر اور دیگر سامان کو قلعہ کی تعمیر میں صرف کیا گیا۔ اور ایک ماہ کی مدت یعنی ابتداء ماہ مگھر ۱۸۸۹ بکرمی مطابق ۱۸۳۲ء آخر ماہ پوہ قلعہ مکمل ہو گیا۔ (یہ قلعہ ۲۹ اگست ۱۸۶۱ء میں مسمار کر دیا گیا۔ ش۔ ب) اور چار سو سپاہیوں کی نفری اس تھانہ کے لئے مقرر کی گئی۔ اس قلعہ کی تعمیر سخت سردی کے موسم میں کی گئی۔ بنیاد رکھنے کے بعد بارہ دن تک برف باری ہوتی رہی جو سپاہی بھی پہرہ کے لئے کھڑا ہوتا تھا دو تین گھڑی میں برف کی سردی سے زمین پر گر پڑتا اور تھوڑی دیر کے بعد مر جاتا تھا۔ اگر کسی کو گرم ادویہ مثلاً جوزبوا (جاپھل) زعفران، افیون اور بادام میسر آ جاتے اور کھا لیتا تو بچ جاتا تھا۔ لیکن ہر ایک کو یہ ادویہ میسر نہ ہو سکتی تھیں۔ لہذا سردی دو چار گھڑی کے بعد جان لیوا ثابت ہو جاتی۔

جب قلعہ کے بُرج تیار ہو گئے۔ تمام ڈھونڈھ، بہ اتفاق پیرانِ پلاسی بیس ہزار کے قریب ہتھیار بند آدمیوں نے کہ ابھی رات کی دو گھڑی باقی تھی کہ ایک دن ڈیرہ پر حملہ کر دیا جس سے لشکر میں شور و غوغا پڑ گیا۔ سردار ہری سنگھ بہ کمال ہمت و دلاوری سب سے آگے بڑھا اور ایک ضرب توپ ہمراہ لے کر ملکیہ لوگوں کے مقابلہ پر آ گیا۔ چونکہ ملکی لوگ بہت زیادہ تھے اور سکھوں کی فوج مقابلہ میں کم تھی۔ لہذا مقابلہ بہت مشکل تھا۔ جب سکھوں کی توپ سے گولے برسنے شروع ہوئے اور پچاس کے قریب ملکیہ لوگ مارے گئے تو انہوں نے بھاگنے میں سلامتی سمجھی۔ اور سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو بھاگ کھڑے ہوئے۔

http://dilazak.org

قلعہ کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد سردار ہری سنگھ نے پیرانِ پلاسی کو جو اُس کی خدمت میں حاضر ہوئے موضع پلاسی و مال مُولہ بطور جاگیر علی الدوام تحریر کر دئے۔ اور دوسرے زمینداران کو حسبِ حیثیت انعامات و خلعت عطا کئے۔ اور تمام ملک سے پانچ روپے فی گھر بطور نذرانہ وصول کر کے خود راولپنڈی کی طرف متوجہ ہوا کہ وہاں سے علاقہ یوسف زئی و پشاور کو جائے۔

قلعہ وناہ میں منصب خان کو تھانہ دار مقرر کیا۔ سردار مہاں سنگھ ہزارہ میں آ کر اپنے کاروبار میں مشغول ہو گیا۔ جب سردی کا موسم شروع سال ۱۸۹۰ بکرمی مطابق ۱۸۳۳ء کا آیا تو ملکیہ لوگوں نے پھر جمع ہو کر قلعہ وناہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس وقت سردار ہری سنگھ پشاور میں تھا۔ اس نے اپنے بیٹے ارجن سنگھ کو ایک پلٹن سوار و پیادہ کے ساتھ مدد کے لئے بھیجا۔ سردار لہنا سنگھ سندھنیا[1] والہ جو ان ایام میں چھچھ میں اترا ہوا تھا۔ اور سردار ہری سنگھ سے اس کی تازہ دوستی ہوئی تھی اس کو لکھا۔ کہ وہ ارجن سنگھ کی مدد کرے۔ اگرچہ فوج وغیرہ اس کے ساتھ مقرر کر دی گئی ہے لیکن امید ہے کہ آپ مہربانی بذاتِ خود وناہ کی طرف متوجہ ہوں گے۔ چنانچہ ان سب نے براہ خان پور روانہ ہو کر تمام فوج کے ساتھ چھیس پہاڑ پر ڈیرہ لگایا۔ اس پہاڑ پر (چھیس پر) سردار مہاں سنگھ نے ایک بُرج بنا رکھا تھا لیکن مسلمانوں نے اسے گرا دیا تھا۔ پہلے اُس کو مرمت کیا گیا۔ اس اثناء میں پیرانِ پلاسی و دیگر ملکیہ لوگ سردار لہنا سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کہ اگر منصب دار خان قلعہ کا تھانیدار نہ ہو اور دوسرا کوئی آدمی ہو تو ہم خدمت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگرچہ یہ معاہدہ سردار ہری سنگھ کو بہت ناپسند تھا لیکن سردار لہنا سنگھ کی مرضی کے مطابق منصب دار خان موقوف کر دیا گیا، اور مرزا فقیر بیگ تھانہ وناہ کا تھانیدار مقرر کر دیا گیا۔ منصب دار خان قلعہ سے باہر آ کر ڈیرہ فوج میں آ گیا۔ لوگوں نے اپنی رضامندی سے مرزا فقیر بیگ کو قلعہ کے اندر داخل کر دیا۔ لوگوں کی طرف سے جھگڑا اور معاصرہ ختم کر دیا گیا۔ سب رعیت آرام و فراغت سے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اور معاملہ بموجب تشخیص مقررہ فصل بہ فصل ادا کرتے رہے مرزا فقیر بیگ بڑا فراخ حوصلہ، خوش مزاج، نیک سیرت، سفید پوش، دیندار اور محسن کردار تھا۔ ہر شخص، ملک رئیس و عام لوگوں سے ملاقات اور دوستی پیدا کی۔ ہر چھوٹے بڑے کو سردار ہری سنگھ کی مہربانی کا امیدوار بنایا اور خود کو ہر دلعزیز بنا لیا۔ چنانچہ معاملہ فصل اس کے حسنِ تدبر و دانائی سے وصول ہو کر داخلِ خزانہ سرکار رہا۔

آخر الامر سمت ۱۹۶۲ بکرمی مطابق ۱۸۳۵ء مرزا فقیر بیگ تھانہ دار قلعہ وناہ کسی کام کے لئے

[1] یہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ہم جدی ہیں۔

ہزارہ کو آیا۔ اس کی غیر حاضری میں ملکیہ لوگوں نے پھر فتنہ فساد برپا کر کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ جب یہ خبر ہزارہ میں پہنچی۔ اسی وقت مرزا فقیر بیگ ملکیہ لوگوں سے سازگاری کی بناء پر بغیر کسی اندیشہ کے قلعہ وناہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہ موضع ٹیہلہ پہنچا تو بعض لوگوں نے اس کو منع کیا کہ یہ وقت وہاں جانے کا نہیں ہے لیکن مرزا مذکور نے اُن کے نیک مشورہ کی پرواہ نہ کی۔ اور کوہ وناہ پر چڑھ گیا اور چاہتا تھا کہ قلعہ کے اندر داخل ہو جائے لیکن ملکیہ لوگوں نے چاروں طرف سے جمع ہو کر اُس کو قتل کر دیا۔ اُس کے ساتھیوں میں سے وہی بچے جنہوں نے بھاگ کر جان بچا لی۔ اگرچہ ملکیہ لوگوں نے دغابازی سے مرزا مذکور کو قتل کر دیا لیکن قلعہ کے سپاہی اندر ہی رہے۔ اور مقابلہ پر جمے رہے۔ ملکیہ لوگ خود ہی پشیمان ہوئے اور محاصرہ اٹھا لیا۔ اور خود بخود حاضر ہو کر پھر اطاعت قبول کی۔ اور مقررہ سرکار کو ادا کرنے لگے۔ اس کے بعد کوئی فتنہ و فساد نہ کیا۔ قلعہ کی تعمیر سے لے کر سردار ہری سنگھ کے عہدِ حکومت و سرکردگی سردار مہاں سنگھ میں پھر کبھی وناہ کے علاقہ میں کوئی شورش نہ ہوئی۔ اس کے بعد سردار مہاں سنگھ واپس ہزارہ ہوا۔

شورش کرڑالاں

چونکہ احمد علی خان و فتح علی خان کرڑال ساکن ستوڑہ کو دیہات ناڑہ نلاں نہیں ملے تھے۔ اور وہ ستوڑہ میں بیٹھے ہوئے مقررہ جاگیر کھا رہے تھے۔ لہٰذا شورش و فساد برپا کر دیا۔ اور قلعہ وناہ ناڑہ کا محاصرہ کر لیا۔ قلعہ کے اندر بہت سے مویشی قلتِ آب سے مر گئے۔

سردار مہاں سنگھ نے حکم سنگھ ملازم سردار ہری سنگھ سابق تھانہ دار خٹک کے ساتھ جو اب معزول ہو کر ہزارہ میں آیا تھا اس مسئلہ میں مشورہ کیا اور اس کے تدارک کے لئے نلاں پہنچا۔ اس کے پہنچتے ہی محاصرہ کھل گیا۔ ملکیہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ سردار مہاں سنگھ چند دن ناڑہ ہی میں مقیم رہا۔ ایک دن شکار کے لئے ستوڑہ گیا۔ کوئی کرڑال بھی سدِ راہ نہ ہوا۔ سب فوج ناڑہ سے گزر کر ستوڑہ میں پہنچ گئی۔ احمد علی خان و فتح علی خان کے گھروں کو جلا دیا گیا، اور سب مال و متاع لُوٹ لیا۔ اور رات کو واپس اپنے ڈیرہ ناڑہ میں پہنچ گئے۔ دوسرے دن چونکہ کام آسان نظر آیا اور بغیر جنگ کے فتح دیکھی تو وہ سب فوج ستوڑہ میں داخل ہوئی۔ اور ایک کچی گڑھی وہاں تعمیر کی۔ احمد علی خان و فتح علی خان اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر فرار ہو کر ماڑی و نگری کی طرف جا کر بیٹھ گئے۔

ستوڑہ کا قلعہ ایک ماہ میں تیار ہو گیا۔ اور سردار مہاں سنگھ تھانہ مقرر کر کے ایک سو بندوق

http://dilazak.org

(سپاہی) وہاں چھوڑ کر خود ہزارہ کو واپس ہو گیا۔ ملک ستوڑہ کے دیہات جو جاگیر میں تھے وہ ضبط کر لئے صرف ایک ہزار روپیہ کی جاگیر، دو تین چھوٹے گاؤں کی جو کہ دور واقع تھے۔ احمد علی خان و فتح علی خان کو بطور گزارہ دے دی۔ اور تین ہزار کی جاگیر ضبط کر لی۔ یہ عمل سمت ۱۸۹۳ بکرمی مطابق ۱۸۳۶ء میں ہوا۔ اسی سال قلعہ کی تعمیر بھی ختم ہوئی۔ اور اسی سال کے آخر میں سردار ہری سنگھ بمعہ فوج ہزارہ میں آیا۔ اُس کے بعد سردار چتر سنگھ اٹاری والا و تارا سنگھ اٹاری والا بھی سردار کی متابعت میں آئے۔

حملہ ملک اگرور

سردار ہری سنگھ نے ملک اگرور لینے کا ارادہ کیا اور ناگاہ فوری طور پر سب فوج کے ساتھ موضع کولکہ[1] واقعہ درہ اگرور میں داخل ہوئے۔ ایک ضرب توپ جو سردار کے ہمراہ تھی اس کو گڑھی کولکہ کے سامنے مورچہ باندھ کر توپ چلانی شروع کر دی۔ ڈھائی سو کے قریب گولے چلے ہوں گے کہ قلعہ مذکور کے سپاہیوں نے امان طلب کی۔ اور قلعہ سے باہر آ گئے۔ سردار نے ان کی جان بخشی کی اور رخصت کر دیا۔ اور قلعہ کو اپنے ملازمان کے حوالے کر دیا۔

اس کے بعد زمینداران اگرور حاضر ہوئے۔ اور اگرور کا بندوبست کر کے وہاں سے کوچ کیا۔ اور از راہ گلی تنوعہ کوہ بھیگڑہ کی چوٹی پر جو بہت بلند و بالا ہے، آئے اور مقام چیکو لہن ایک گڑھی خشک، چیڑھ و دیار سے تعمیر کر کے تھانہ مقرر کیا۔ اور اس میں تین سو سپاہی مسلح با بندوق مقرر کئے اور موضع کوٹ کمیالی کی طرف روانہ ہوا۔ زمیندار وہاں سے بھاگ کر ادھر اُدھر چلے گئے۔ سردار نے وہاں بھی ایک گڑھی تعمیر کر کے سردار مہاں سنگھ کے حوالہ کی اور خود بمعہ فوج وہاں اتر کر پلیاں میں ڈیرہ کیا۔ سردار مہاں سنگھ نے مع ہزارہ کی فوج کے کوٹ کمیالی کی گڑھی تیار کی۔ سردار ہری سنگھ نے ہزارہ سے اجناس وغیرہ اس گڑھی کے لئے منگوائے۔ گڑھی پندرہ سولہ روز میں تیار ہو گئی۔ سردار مہاں سنگھ نے یہاں تھانہ مقرر کر کے ساتھ سپاہی مسلح با بندوق بٹھا دئے۔ اور جنس و دیگر ذخیرہ دے کر گڑھی کو محکم کر کے خود کر پلیاں میں سردار ہری سنگھ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

جب سردار ہری سنگھ ان تھانوں کے سپاہیوں کی بھرتی سے فارغ ہوا تو پائندہ خان سے صلح صفائی کی باتوں کا آغاز کیا۔ دِن سے دو گھڑیاں باقی ہوں گی کہ پائندہ خان کے وکیل حاضر ہوئے اور اسی وقت سامنے دریائے سندھ کے اس طرف چند بکریاں اور چاولوں کی بوریاں رکھی نظر آئیں اور یہ ظاہر کیا کہ یہ چاول

---

[1] خان اگرور کا قلعہ و رہائش کی جگہ تھی۔

بکریاں اور مُرغ صلح صفائی کی ضمن میں بطور دعوت بھیجی گئی ہیں۔ اس پر سردار ہری سنگھ نے کہا آئیے کہ سب دریا جا کر فی الحال ٹھنڈا پانی پئیں۔ چنانچہ سب فوج بلا خوف و خطر دریا کے کنارے پر آ گئی اور سکھوں نے ٹھنڈا پانی پیا۔ جب سردار بمعہ فوج کے پھلاہ بیلی کے قریب جہاں دریا بہت تنگ ہے اگر پتھر بھی اس کنارے سے پھینکا جائے تو دوسرے کنارے پر پہنچ جاتا ہے، پہنچا۔ تو جتنی بندوقیں تھیں۔ زنبورک، وزنبھیل پائندہ خان کے پاس تھیں اور اس نے پھلاہ بیلی کے بالمقابل رکھی تھیں ان کو یک بارگی آتش دے کر اس زور سے فائر کئے کہ اس شور و ہنگامہ سے سرداروں کے ساٹیان (چھتریاں)، جو فراشوں کے ہاتھوں میں تھے سب زمین پر گر گئے۔ اور سردار بھی اپنے گھوڑوں سے نیچے اتر پڑے۔ اور دریا کے کنارہ کے پتھروں کی پناہ میں بیٹھ گئے۔ لیکن قدرت ایزد جہاں آفریں نے سکھوں کو اس طرح بچایا کہ ایک گولی بھی کسی کو نہ لگی۔ اور سب سلامت بچ گئے۔ غروب آفتاب کے بعد سردار پا پیادہ بغیر سواری اپنے ڈیرہ کو آیا۔ یہ واقعہ سردار مہاں سنگھ کے کوٹ کمیالی کی گڑھی مکمل کر کے واپس آنے سے ایک دن پہلے ہوا۔ دو چار روز بعد دونوں یک جا روانہ ہو کر ہزارہ میں آئے۔

سردار ہری سنگھ اپنے لشکر کے ہمرکاب دارالسلطنت لاہور کی طرف چلا گیا۔ اس کے بعد وہ ہزارہ میں نہیں آیا۔ یہ اس کا آخری دورہ تھا۔ سردار مہاں سنگھ راولپنڈی تک سردار ہری سنگھ کے ہمرکاب گیا اور وہاں سے رخصت لے کر واپس ہزارہ ہوا اور اپنے کاروبار میں مشغول ہو گیا۔

برسات کا موسم گزرنے کے بعد سردار ہری سنگھ دسہرہ پر مہاراجہ صاحب والیٔ لاہور کی خدمت میں حسب دستور حاضر ہوا۔ وہاں سے اس کو ملک پشاور کی صوبہ داری پر مقرر کیا گیا۔

اگرچہ اس کے بعد کے واقعات کا تعلق تاریخ ہزارہ سے نہیں۔ لیکن ہری سنگھ کی تاریخی شخصیت کے پیش نظر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کی کامیاب زندگی کے آخری باب کو بھی زیر تحریر لایا جائے۔ لہٰذا تاریخ مہتاب سنگھ سے بقیہ حصہ بھی درج ذیل کیا جاتا ہے۔

"لاہور سے صوبیداری پشاور کا حکم ملنے پر سردار ہری سنگھ وہاں سے رخصت ہو کر پہلے ملک یوسف زئی میں آیا۔ جس کے بعد کنور شیر سنگھ کو مہاراجہ نے پشاور سے طلب کر لیا۔ اور وہ لاہور کی طرف چلا گیا۔ ملک یوسف زئی میں پہنچ کر سردار ہری سنگھ اور کنور شیر سنگھ نے متفق ہو کر (یعنی دوران سفر ملاقات پر) یہ فیصلہ کیا کہ پنج تار کو جو ایک محفوظ مقام تھا جلا دیا جائے چند مال دار لوگ تو وہاں سے فرار ہو گئے۔ باقی لوگ جو مفلس اور محتاج تھے۔ وہیں اِدھر اُدھر

http://dilazak.org

وقت گزارتے رہے اور تین چار دن کے بعد بدستور اپنے گھروں میں آ گئے۔

پنج تار کی فتح کے بعد کنور شیر سنگھ لاہور کی طرف چلا گیا۔ اور سردار ہری سنگھ پشاور چلا گیا اور انتظام ملک پشاور میں مشغول ہو گیا۔ سب سے پہلے اس نے درہ خیبر کا ملاحظہ کیا۔ اور ایک خام قلعہ بمقام جمرود تعمیر کرنا شروع کیا۔ خود تو وہ دو تین دن وہاں رہا اور قلعہ کی بنیاد رکھ کر پشاور آ گیا۔ اور سردار مہان سنگھ کو تعمیر مکمل کرنے کے لئے وہاں چھوڑ دیا۔ قلعہ کی بنیاد چھٹے مہینے کے شروع میں رکھی گئی اور آخر ماہ ماگھ سال سمت ۱۸۹۲ بکرمی مطابق ۱۸۳۵ء کو تعمیر مکمل ہو گئی۔ سردار مہان سنگھ نے اجناس و ذخیرہ گولہ بارود و غلہ وغیرہ جمع کر کے قلعہ کو محکم کر دیا۔

اس پر خیبر کے لوگوں نے امیر دوست محمد خان والی کابل کو خبر دی اور فریاد کی کہ سکھوں نے جمرود یعنی کابل کے دروازہ کو فتح کر لیا ہے۔ اب وقت ہے کہ آپ مدد کریں۔ نہیں تو کچھ مدت کے بعد ملک کابل سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ امیر موصوف نے رعایا خیبر کا استغاثہ سن کر اپنے دو بیٹوں محمد اکبر خان و محمد افضل خان کو حکم دیا۔ کہ ان کی امداد کریں۔

چنانچہ یہ دونوں دو ہزار پیادہ اور سات ہزار سوار لشکر اور اٹھارہ ضرب توپ خورد کے ساتھ خیبر کے لوگوں کی امداد کے لئے آئے۔ اور علی مسجد جو قلعہ جمرود سے ڈھائی کوس کے فاصلہ پر ہے۔ فروکش ہوئے۔

سردار مہان سنگھ کو بھی خبر پہنچ گئی کہ درانیوں کی فوج کابل سے پہنچ گئی ہے جس کا علی مسجد میں ڈیرہ ہے۔ سردار ہری سنگھ کو مطلع کیا گیا۔ اور اس نے مہاراجہ صاحب والی لاہور کو خبر بھیجی۔ کہ اس وقت ضروری ہے کہ کچھ فوج پشاور کی امداد کے لئے بھیجی جائے۔

انہی ایام میں کنور نونہال سنگھ کی شادی کا انتظام ہو رہا تھا لہذا کسی کو پشاور جانے کا حکم نہ کیا گیا۔ یہاں تک کہ درانی فوج نے موضع چنا کی میں پہنچ کر ڈیرہ کر لیا۔ ایک دن درانی سواروں نے آ کر قلعہ جمرود کے بعض سپاہیوں کو جو جمرود کے تالاب پر کپڑے دھو رہے تھے اور بعض لکڑیاں جمع کرنے کے لئے باہر گئے تھے قتل کر دیا

دستور یہ تھا کہ قلعہ کی ایک کمپنی ہر آٹھویں روز تبدیل ہوتی تھی۔ واقعہ کے روز ایک کمپنی قلعہ میں داخل ہونے والی تھی کہ اس وقت انہوں نے ان سواروں (درانیوں) کو دیکھا اور اپنی بندوقوں کے چقماق درست کر کے تیار ہو گئے۔ اس اثنا میں جو سپاہی قلعہ کی طرف دوڑ کر گیا وہ راستہ ہی میں قتل ہو گیا۔ اور ہر وہ شخص جو اس کمپنی سے نہ ملا وہ بھی سلامت نہ رہا۔ اس حملہ کے بعد درانی سوار واپس چلے

گئے۔ اُن کے دو تین گھوڑے رہ گئے اور چار پانچ سپاہی مارے گئے۔ قلعہ جمرود کے چودہ سپاہی مارے گئے۔ اسی طرح کی چپقلش ہر روز ہوتی تھی۔ آخر کار ۱۲ بیساکھ سمت ۱۸۹۲ بکرمی (سنہ ۱۸۳۵ء) کنہیا لال نے اپنی تاریخ سکھاں میں ۳۰ اپریل ۱۸۳۷ء لکھا ہے اور یہی صحیح ہے کہ درانی فوج نے خیبر و علی مسجد سے جمع ہو کر قلعہ جمرود کے گرد مورچہ بندی کر کے محاصرہ کر لیا۔ قلعہ کے اندر بارہ سو بندوق موجود تھی۔ اُن میں آٹھ سو بندوق قابل جنگ سپاہیوں کے پاس تھی۔ اور چار سو دُکاندار بقال، خدمت گاروں وغیرہ کے پاس تھی۔ درانیوں نے تاریخ متذکرہ بالا پر قلعہ کے گرد مورچہ بندی کر کے تین ضرب توپ جنوب مغرب کی جانب اور چھ ضرب تا سمت مغرب کی جانب لگا دیں اور ان سے قلعہ پر گولہ باری شروع کر دی۔ اور چھ دن کے عرصہ میں جانب غرب کی فصیل اور جنوب مغرب کے گوشہ کا بُرج سر سے بنیاد تک مسمار کر دیا۔ اس حالت میں بلاشک درانی گھوڑے کو اینڑ لگا کر قلعہ کے اندر داخل ہو سکتے تھے۔

محمد اکبر خان نے اس وقت خیبر کے لوگوں کو طلب کر کے کہا کہ تم نے خود بہ حضور امیر کبیر دوست محمد خان اقرار کیا تھا کہ جب توپ سے قلعہ کی دیوار گر جائے گی تو ہم خود قلعہ پر حملہ کر کے قلعہ کو لے لیں گے۔ اب قلعہ کی ایک دیوار اور ایک بُرج گر چکا ہے اور زمین کے برابر کر دیا گیا ہے تو وہ خیبری یوں حملہ نہیں کرتے۔ اب ہم کل جمعرات کو خود حملہ کریں گے۔

محصورین بھی بہت تنگ ہو گئے۔ محاصرہ کے مورچے سخت تھے اگر محصورین میں سے کسی آدمی کی ایک اُنگل بھی باہر سے نظر آ جاتی تو وہ گولی سے اُڑا دی جاتی تھی۔ ایک دفعہ چودہ آدمی قلعہ سے بغیر بندوق کے پہرہ تبدیل کرنے کے لئے گئے۔ جونہی ان کا سایہ محاصرین کو نظر پڑا سب کو گولی سے اُڑا دیا قلعہ کے سپاہی یہ خبر سن کر کہ کل اُن پر حملہ ہونے والا ہے بہت خائف ہوئے۔ جب رات سے ایک پہر گزرا ہو گا کہ سب افسروں نے ایک جگہ بیٹھ کر مشورہ سے سردار ہری سنگھ کی خدمت میں لکھا کہ کل جمعرات کو ان پر حملہ ہو گا۔ اگر حملہ سے پہلے کوئی مدد پہنچ گئی تو بہتر نہیں تو قلعہ کے سب سپاہی قتل ہو جائیں گے اور ہم سب سرکار کے نمک کی خاطر جان قربان کر دیں گے۔ اُسی وقت یہ خط ایک سپاہی کو پچیس روپیہ انعام دے کر روانہ کیا۔ اس سپاہی نے کتے کی طرح دیوار قلعہ سے چھلانگ لگائی اور اسی طرح محاصرین سے نکل کر پشاور پہنچ گیا۔ اس سے اقرار کیا گیا تھا کہ جب وہ پشاور پہنچ جائے تو وہاں سے ایک ضرب توپ داغی جائے کہ اُن کو تسلی ہو جائے کہ ان کی عرضی سردار کی خدمت میں پہنچ گئی ہے وہ سپاہی رات سے دو گھڑی باقی تھی کہ پشاور پہنچ گیا۔ اور عرضی دفتر دیوانی میں دے دی۔ شیخ احمد منشی اسی وقت سردار ہری سنگھ کی طرف دوڑ کر گیا اور عرضی کا حال سنایا۔ اور حسب گفتہ سپاہی

http://dilazak.org

ایک توپ داغی گئی۔ جس سے قلعہ جمرود کے افسران اور سپاہیوں کو معلوم ہو گیا کہ عرضی سردار ہری سنگھ کی خدمت میں پہنچ گئی ہے۔ یہ سب امید اور انتظار میں تھے کہ امداد ابھی آتی ہے۔ لیکن سردار کی طبیعت بھی ناساز تھی۔ اور جلاّب لے رکھا تھا۔ صبح کو سوار ہو کر موضع تہکال کے بُرج سے کہ پشاور سے ڈیڑھ کوس جمرود کی تھا پہنچا۔ شام تک دُوربین سے دیکھتا رہا۔ دن سے چار گھڑی وقت باقی تھا کہ اس سپاہی کو افسروں کے نام پروانہ لکھ کر دیا گیا اور پچاس روپیہ زائد انعام دے کر کہا کہ تم یہ پروانہ جمرود میں پہنچا دو۔ اور قلعہ کے دفتر کو لکھا کہ یہ پروانہ پہنچانے پر اس سپاہی کو پانچ روپیہ اور دئے جائیں۔ اُس سپاہی کی جوانمردی پر آفرین کہ وہ ایسے وقت میں قلعہ جمرود کی طرف روانہ ہوا جب کہ قلعہ کے اندر کا ہر شخص قلعہ سے باہر نکل جانے کا آرزو مند تھا۔

دن کا دو گھڑی وقت باقی تھا کہ خیبر کے لوگوں نے جن کی تعداد بیس ہزار ہو گی۔ درّانی سواروں کے ساتھ جن کے ہاتھوں میں نیزے اور بلم تھے اور ان کے پیچھے محمد اکبر خان خود تھا۔ قلعہ پر ہلّہ بول دیا۔ اور چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ قلعہ کے اندر کے سپاہیوں نے بھی بے تحاشا بندوقیں چلانی شروع کر دیں۔ اگرچہ باہر سے توپ کے گولے اور بندوق کی گولیاں موسلا دھار بارش کی طرح برس رہی تھیں لیکن قلعہ کے اندر ایک سپاہی کو بھی نقصان نہ پہنچا۔ قلعہ کے اندر ایک توپ تھی اُن کو گولہ و غراب[1] اور زنبورہ دیا گیا۔ کہ بندوقوں کے علاوہ اُن کو بھی چلائیں۔ ملکیہ لوگوں سے جو لوگ پیادہ پا کر قلعہ کے دونوں طرف سے حملہ آور ہوئے تھے تین سو کے قریب قتل ہو گئے۔ اور لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ اور اُن کے پیچھے جو سوار حملہ آور تھے توپ و بندوق کے زخموں سے بیس کے قریب مارے گئے۔ حملہ ناکام ہوا۔ اور ملکیہ لوگ اور دُرّانی اپنے ڈیرہ کو واپس چلے گئے۔

اس وقت سپاہی مذکور پروانۂ سردار ہری سنگھ لے کر داخل قلعہ جمرود ہوا۔ اس کے پہنچنے سے سب افسر بہت خوش ہوئے۔ اور دلیر ہو گئے۔ اُس پروانہ میں لکھا تھا کہ "کل جمعہ ہے وہ ہمت کر کے اپنی جگہ پر مستقل طور پر قائم رہیں۔ اور ہفتہ کے روز جس جگہ بھی درّانیوں کی فوج ہو گی ان کے سر پر پہنچ جاؤں گا۔ وہ ہر حال میں تسلی رکھیں"۔

جمعہ کے دن خیبری و درّانی اپنے مُردوں کی تجہیز و تکفین میں تمام دن سرگردان رہے اور کچھ خیال

---

[1] غراب۔ ایسی توپ جس میں مختلف چیزیں یا لوہے کے ٹکڑے یا چھرّے بھر کر چلایا جاتا تھا تاکہ سامنے کی کوئی چیز محفوظ نہ رہے اسے غراب مارنا کہتے تھے۔

دیا کہ سکھ حملہ کی تیاری کر رہے ہیں اپنی توپ و تفنگ بند رکھی۔

ہفتہ کے روز علی الصبح سردار ہری سنگھ نے پشاور سے سوار ہو کر چھ پلٹن پیادہ اور ایک ہزار سوار۔ کل دس ہزار فوج کے ساتھ نالہ باڑہ پر پہنچ کر ڈیرہ کیا۔ اس فوج کے پہنچتے ہی خیبری و درّانی لوگوں کو فکر لاحق ہوا۔ اُنہوں نے اپنا محاصرہ قلعہ جمرود کے مشرق اور گوشۂ شمال مشرق سے اُٹھا لیا۔ اور سب زور قلعہ کی فصیل کے مغرب اور بُرج گوشہ جنوب مغرب پر جمع کر دیا۔ تمام دن ڈیرہ کے انتظام میں مشغول رہے۔ اور قلعہ والوں کے ساتھ کچھ لمبا جھگڑا نہ کیا۔ دن کے وقت چار پانچ گولے مار کے رات ہو گئی۔ رات کے وقت قلعہ کی جانب سے گولیاں چلائی جاتی رہیں۔ ماہ بیساکھ کی بیس تاریخ سے بارہ جیٹھ تک قلعہ کے معاصرہ کے بیس بائیس دن ہو گئے۔ اس اثناء میں سردار ہری سنگھ کوچ کر کے قلعہ کے متصل آ گیا۔ سردار مہاں سنگھ معہ افسروں کے قلعہ سے باہر آ کر سردار کی تعظیم بجا لایا۔ اور عرض کیا۔ "بندہ نواز! میری رائے ہے کہ آج ڈیرہ اسی جگہ پر رہے امید ہے کہ آپ کے اقبال سے درّانی آج رات ہی کو فرار ہو جائیں گے اگر وہ نہ گئے تو فوج بھیج کر انتظام کر لے گی۔ اور پھر لڑائی سے جنگ شروع کر دی جائے گی"۔ اس پر سردار ہری سنگھ نے کہا۔ "یہ کیا بات ہے۔ انہیں کچھ کہنے سے پہلے ہی ان کو تنبیہ اور سزا دی جائے گی۔ خاطر جمع رکھو۔ نصف سپاہ کمر بستہ مورچوں پر بیٹھے رہیں۔ اور بقیہ نصف کمر بستہ تیار رہیں۔ اس تجویز پر عمل کریں"۔

اسی اثناء میں لشکر درّانی کی طرف سے ایک گولہ آیا جو سردار کے لشکر کے دھونسہ نواز[1] لگا اور وہ گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ دوسرا گولہ آیا اور سردار کے پلٹن کے کمیدان صوبا سنگھ کے ایک خدمت گار کی گردن پر لگا اور وہ وہیں ہلاک ہو گیا۔ درّانی فوج کے سواروں نے جمعدار خوشحال سنگھ پر جو اُن کے مقابل میں تھا حملہ کر دیا۔ تو اس کے آدمی میدان سے پیچھے ہٹ گئے۔ جب سردار ہری سنگھ نے دیکھا تو حکم سنگھ سندھیانوالہ اور جواہر سنگھ جمعدار کو حکم دیا کہ وہ آگے بڑھ کر اپنی فوج کی اس کی مدد کریں۔ کہ اردلیوں کا ڈیرہ واپس ہو رہا ہے۔ جب بموجب حکم سردار ہری سنگھ حکم سنگھ و جواہر سنگھ مددگار فوج لے کر گھوڑے دوڑا کر جمعدار خوشحال سنگھ کے ڈیرہ کی مدد کے لئے پہنچے تو ان کے پہنچتے ہی درّانی فوج کے چند سوار گھوڑوں سے نیچے گر گئے۔ اور بعضے گھوڑوں سمیت مارے گئے آخر کار درّانی فوج کے ڈیرہ کو شکست ہوئی اور وہ ایک پہاڑی سے دوسری تیسری پہاڑی پر چڑھتے اور بھاگتے گئے۔ اور سکھوں کی فوج اُن کے تعاقب میں جاتی رہی۔ یہاں تک کہ پانچ پہاڑی ٹیلے درّانیوں سے خالی ہو گئے۔ چھٹی پہاڑی پر درّانیوں کی جمعیت

[1] دھونسہ نواز۔ نقارے والا۔

http://dilazak.org

توپ جن کے گولہ انداز ہندو تھے سکھوں کے قبضہ میں آگئیں۔ گولہ اندازوں نے سکھوں کی منت و زاری کی کہ ان کو قتل نہ کریں۔ اور وہ یہی توپیں درانیوں کی طرف پھیر کر گولہ باری کرتے ہیں اور ہم تمہارے نوکر ہیں۔ لیکن سکھوں نے یہ باتیں نہ سنیں اور ان کو قتل کر کے توپوں، گھوڑوں، زینوں اور اسباب سمیت لوٹ لیا۔ اور ان توپوں پر سردار ہری سنگھ نے خود پہنچ کر قبضہ کر لیا۔ اور ان کو جمرود کے قلعہ میں بھیج دیا اور ساتھ ہی گھوڑے بھی روانہ کر دئے۔

اس اثناء میں سکھ ہارسن صاحب فرنگی کے خیمہ پر پہنچ گئے۔ ہارسن صاحب کی بیوی خیمہ کے اندر بیٹھی ہوئی تھی۔ سکھ تلواریں نکال کر اس پر حملہ آور ہوئے۔ بی بی موصوف نے کہا۔ "ہم زنانہ ہیں اور زنانہ کے قتل کرنا کسی مذہب میں جائز نہیں۔ آپ گرفتار کر سکتے ہیں۔" لیکن سکھوں نے بی بی مذکور کی کسی بات پر کان نہ دھرا اور تلواروں سے اُس کو قتل کر دیا۔ اور اس کا سب سامانِ ڈیرہ لوٹ لیا۔

ناگاہ اسی وقت دوست محمد خان کا ہمشیر زادہ شمس الدین خان اپنی ڈیڑھ ہزار فوج کے ساتھ یلغار کرتا ہوا اور بزن بزن کہتا ہوا پہنچ گیا۔ اس نے پہنچتے ہی سردار ہری سنگھ کے پیش رو سواروں پر حملہ کر دیا۔ حکم سنگھ کو پیشانی پر گولی لگی اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اسی طرح چند اور سوار بھی کام آئے۔ باقی سواروں کے پاؤں اپنی جگہ سے اکھڑ گئے۔ اور وہ فرار ہو گئے۔ اور بہت سے سوار اس جگہ گولی سے زخمی ہو کر مارے گئے۔ درانی فوج کے کچھ سوار ان کے تعاقب میں آئے اور سکھوں کے ڈیرہ کی فوج کے سر پر کہ صف بستہ کھڑی تھی پہنچ گئے۔ سکھوں کی فوج کو ہزیمت ہوئی۔ اس بھاگڑ میں بہت سے پیادہ گھوڑوں کے نیچے آ کر مر گئے۔ اور بہت سے سوار اپنے گھوڑوں سے زمین پر گر پڑے۔ سکھوں کی فوج سے ایک ہزار آدمی قلعہ جمرود سے متصل نالہ میں نیچے چھپے ہوئے کھڑے تھے۔ اور اس نالہ کے کنارے کے اوپر سردار ہری سنگھ خود بمعہ دو پلاٹون بیٹھا ہوا تھا۔ اور اس جگہ سردار کی پشت پر توپ سے چند سوار مع گھوڑوں کے اور بعضے پیادے مارے گئے۔ توپ کے گولے دمبدم اس جگہ پر گر رہے تھے اور زمین سے گرد و غبار اُڑا رہے تھے۔ اس وقت افسروں نے اور خاص کر سردار کاہن سنگھ مجیٹھیہ و ہرلوک سنگھ و امیر خان قصابان پلاٹن۔ سب نے سردار ہری سنگھ کی خدمت میں عرض کی کہ فوج اس نالہ میں کھڑی ہے اور باوجود بہت دفعہ بلانے کے ادھر نہیں آتی۔ اور حضور کے سامنے آٹھ سوار مارے جا چکے ہیں اور ہم سب مارے جائیں گے کہ گولہ باری زوروں پر ہے بہتر یہ ہے کہ اس وقت ڈیرہ کو یہاں سے اُکھاڑ لیں کیونکہ افیون کھانے کا وقت بھی ہے۔ اور کل پھر ان سے مقابلہ کیا جائے گا۔ سردار نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ فوج کا مقابلہ ہوا اور اس کی فوج

شکست ہوئی اور بھاگ کر نالہ میں کھڑی ہوئی ہے اور اوپر نہیں آتی۔ ناچار اس نے پریم سنگھ و امیر خان کی پلاٹن کی دونوں کمپنیوں سے کہا۔ "کہ میں پہلے اُٹھ کر نالہ میں اُترتا ہوں۔ جب تک میں نالہ کے دوسرے کنارے پر چڑھ نہ جاؤں اس وقت تک وہ یہاں مقابلہ پر جمے رہیں۔ جب میں اُس کنارہ پر پہنچ جاؤں تو تم سب نیچے اتر کر میرے پیچھے آ جانا۔ اگر تم نے جلدی کی تو درانی فوج سامنے کھڑی ہے۔ اُس حالت میں ایک شخص بھی بچ کر نہ جا سکے گا۔ اور وہ سب کو قتل کر دیں گے۔"

جب سردار اٹھ کر سوار ہوا اور ابھی پاؤں رکاب ہی میں تھا کہ دونوں پلٹنیں کود کر نالہ میں گر پڑیں ان پلٹنوں کے اپنی جگہ سے ہلتے ہی درانی پلٹن کے سوار فوراً ان کی جگہ پر آ گئے۔ اور بندوقیں چلانی شروع کر دیں۔ بہت سے آدمی نالہ کے اندر مارے گئے۔ اور سردار ہری سنگھ جو ابھی پچیس تیس قدم ہی اس طرف آیا ہو گا کہ اس نے دیکھا کہ تین ضرب توپ وہاں پڑی تھیں۔ ایک ان میں سے ٹوٹی ہوئی تھی اور دو گھوڑے میدان میں کھڑے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ ان کے گھوڑے کہاں ہیں اور توپ خانہ کا کمیدان (COMMADANT) کہاں ہے۔ گولہ اندازوں نے کہا کہ کمیدان بھاگ گیا ہے اور درانی توپ خانہ کے گھوڑے قلعہ جمرود کی طرف لے جائے گئے ہیں اور واپس نہیں لائے گئے۔ سردار وہاں کھڑا ہو گیا اور کہا کہ توپوں کو لے جانا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ یہیں چھوڑ جاؤ۔

اسی اثناء میں توپوں کے گھوڑے آ گئے اور ان کو توپوں کے آگے لے جانے کے لئے باندھا گیا۔ لیکن دونوں طرف سے توپوں اور بندوقوں سے اتنی گولہ باری ہو رہی تھی کہ گھوڑوں کے ہوش درست نہ رہے۔ وہ کبھی شمال اور کبھی مغرب کی طرف چل پڑتے۔ کہ ناگاہ درانی سواروں نے یک بارگی بندوقیں چلانی شروع کر دیں۔ اور چند گولیاں سردار کے پیٹ اور پہلو میں لگیں۔ اور ایک گولی سے زرہ آہنی جو سردار نے پہن رکھا تھا اس کی ایک کڑی جسم میں داخل ہو گئی اور سردار کا کام تمام کر دیا۔ لیکن اس کے ساتھیوں کی زندگی باقی تھی وہ اسی حالت میں گھوڑے پر سوار نالہ کے کنارے بطرف قلعہ جمرود پہنچ گیا۔ اس کے سر سے خود و دستار گر پڑی لوگ دوڑ کر چارپائی قلعہ کے دروازہ سے لے آئے۔ سردار کو چارپائی پر ڈال کر قلعہ کے اندر ایک کونہ میں چھپا دیا۔ اور مشہور کر دیا کہ سردار زخمی ہو گیا ہے لیکن زندہ ہے اس کا علاج اور مالش کی جا رہی ہے۔

درانیوں کی جانب سے توپ و تفنگ کی گولہ باری شام تک جاری رہی۔ سکھوں کی جانب سے بہت سے سپاہی مارے گئے۔ شام کے وقت سکھوں کی فوج نے دہری متصل قلعہ جمرود میں ڈیرہ کیا۔ جہاں آج کل برج ہری سنگھ تعمیر ہے۔ پانی کی تکلیف قلعہ کی سپاہ نے آٹھ روز تک دیکھی۔

http://dilazak.org

جب ڈیرہ دہری کے متصل گیا تو اُس جگہ پانی دُرانیوں کے ہاتھ میں تھا۔ کیونکہ پانی کے نالہ کے کنارے ان کا ڈیرہ تھا۔ اگر وہ چاہتے تو نالہ توڑ کر پانی کا رُخ دوسری طرف کر سکتے تھے۔ سب افسروں کی رائے یہ تھی کہ پشاور جا کر ڈیرہ کریں۔ لیکن سردار مہاں سنگھ مُصر ہوا کہ یہی جگہ ٹھیک ہے۔ لاچار سب لوگ وہیں ٹھہر گئے۔ وہاں صرف ایک تالاب تھا۔ صبح سے شام تک اس تالاب کا پانی اور کیچڑ تک ڈیرہ کے گرد قدآدم سنگر یعنی دیوار چاروں طرف بنانے اور اس پر خار بندی کرنے پر خرچ ہو گیا۔ کارساز حقیقی کی مہربانی سے رات سے ایک پہر گزرا ہو گا کہ بارانِ رحمت شروع ہو گئی۔ یہ ساری رات اور دوسرا دن اور رات برستی رہی۔ اور وہ تالاب جس کا پانی اور کیچڑ بھی ختم ہو چکا تھا از سرِ نو بھر گیا۔ اور اس قدر پانی جمع ہو گیا کہ اگر فوج دو تین ماہ بھی خرچ کرتی تو ختم نہ ہوتا۔ لشکر کے لوگوں کو اس سے خاطر جمعی ہو گئی۔ لیکن آٹے اور دانہ کی سخت تکلیف پیدا ہو گئی لشکر کے بازار میں ایک روپیہ میں بھی تین پاؤ آٹا دستیاب نہ ہو سکتا تھا۔

جنس غلہ گندم قلعہ کے گودام میں موجود تھی۔ سردار مہاں سنگھ نے تین سیر فی روپیہ کے حساب سے تمام لشکر پر فروخت کر دی۔ اس سے لشکر کی ہمت اور قوت زیادہ ہو گئی۔ لیکن یہ قیمت غلہ جمعدار خوشحال سنگھ کے آنے کے وقت تک وصول نہ کی جا سکی۔ کیونکہ جمعدار نے کہا کہ فوج خدمت سرکار میں حاضر ہے پشاور کے نرخ پر قیمت ادا کر دیں گے۔ اس کے بعد دس روز تک فوج اس مورچہ میں رہی۔ اور پشاور سے امداد دس بارہ روز کے بعد پہنچی۔ اور ونتورہ صاحب بہادر فرانسیسی بمعہ پلٹن و جمعدار خوشحال سنگھ، کنور کھڑک سنگھ و نونہال سنگھ و راجہ دھیان سنگھ اور دوسرے بہت سی فوج پہنچ گئی۔ اس امدادی فوج کے پہنچتے ہی درّانی فوج اپنا ڈیرہ اٹھا کر چناکی میں لے گئی۔ سکھوں کی فوج کا ڈیرہ جو جمرود میں تھا آ کر کٹھہ پر جمع ہو گئے۔ اور سب لشکر کٹھہ باڑہ پر یک جا جمع ہو گیا۔ اور چند روز وہیں ٹھہرے رہے۔ اور موجودہ قلعہ جمرود کی مرمت مکمل کر لی گئی۔

مسٹر گیرٹ (GARRET) کننگھم کی تاریخ سکھان میں ص ۲۱۱ میں لکھتا ہے کہ محمد اکبر خان پسر امیر دوست محمد خان نے قلعہ جمرود پر ۳۰ اپریل ۱۸۳۷ء میں حملہ کیا۔ لیکن قلعہ نہ لے سکا۔ ہری سنگھ پسپائی اختیار کر کے محمد اکبر خان کو میدان میں لے آنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور اپنی فوجوں کے ہر محاذ پر بہادری سے پھر کر جنگ کراتا رہا۔ اور مہلک طور پر زخمی ہو گیا۔ کابل کی فوج کو مزید کمک آ جانے سے سکھوں کو شکست ہو گئی۔ لیکن سکھوں کی صرف دو توپیں ضائع ہوئیں اور درّانی قلعہ کو فتح نہ کر سکے۔ چند دن دیہات میں لوٹ مار کرنے کے بعد واپس چلے گئے۔ اور لاہور سے سکھوں کی مزید

کمک آ جانے کے ڈر سے دوسری جنگ لڑنے کی ہمت نہ کر سکے۔ سردار ہری سنگھ ایک بہادر جرنیل تھا۔ پشاور میں اس کا آخری کارنامہ اگرور کی فتح تھا۔ وہ اپریل ۱۸۳۷ء قلعہ جمرود (خیبر) میں جنگ کرتے ہوئے مارا گیا۔ اس نے اپنی قوت اور عظمت کا ہزارہ پر مستقل نشان چھوڑا ہے۔ اور آج بھی شہر ہری پور اور قلعہ ہری پور (ہرکشن گڑھ) کی شوکت و عظمت کا زندہ ثبوت ہیں۔ اس نے قوت اور رعب سے حکومت کی۔ پشاور کی سرحد کے لوگ اس کا نام (ہَرِیا راغے) بطور ہَوّا لے کر بچوں کو خاموش کیا کرتے تھے۔

ہری پور ہری سنگھ نے بسایا

سردار ہری سنگھ کے جانشین

ہری سنگھ کے قتل کے بعد مہاں سنگھ ہزارہ کا گورنر ہوا۔ لیکن اکتوبر ۱۸۳۷ء میں اس کو واپس بلا لیا گیا اور تیجا سنگھ اس کی جگہ گورنر ہوا۔ اور از ابتدائے خریف سمت ۱۸۹۴ بکرمی (۱۸۳۷ء) سب ملک ہزارہ اس کے ماتحت آ گیا۔ سردار تیجا سنگھ نے اپنے بھائی دَل سنگھ کار دار راولپنڈی کو ملک ہزارہ تفویض کر دیا۔

ان ایام میں سردار دھیان سنگھ کی معرفت مہاراجہ لاہور سے، راجہ علی گوہر خان دو ہزار روپیہ کی جاگیر از ملک خان پور کا پروانہ لایا۔ اس کے عوض اس کو سرو ہہ، نروٹہ، پکشای، دَل سنگھ نے مقرر کر دیا۔ کہ وہ ان مواضعات میں آباد ہو جائیں۔ اور مہاراجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو جائیں

اس کے بعد چار سال تک کوئی خاص واقعہ قابلِ ذکر نہیں۔ ہاں ۱۸۴۱ء کا سیلاب دریائے سندھ ۲ جون کو آیا سخت ہولناک اور تباہ کن تھا۔ اس کی وجہ دریائے سندھ کے بالائی حصہ ایک ٹیلہ کے گر جانے سے دریا کا بند ہو جانا تھا۔ اور جب یہ بند کھل گیا تو سخت سیلاب آ گیا۔ اس کی ہولناکی کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ سکھوں کے قلعے در بند اور تربیلہ دونوں بہہ گئے۔ ان دنوں نواب پائندہ خان دریائے سندھ کے دائیں جانب قلعہ کھر کوٹلی میں تھا۔ اس طوفان میں امب کا گاؤں اور سکھوں کا سب سامانِ جنگ بہہ گیا۔ اسی طوفان میں ستھانہ کا پرانا گاؤں بھی جو برلب دریا تھا بہہ گیا تھا۔ اس مصیبت پر فریقین نے جنگ بند کر دی اور پائندہ خان نے سکھ کمانڈر کو پیغام بھیجا کہ خدا نے جانبین کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے اور دونوں کو تباہ کر دیا ہے۔

دونوں طرف سے فوجیں اپنے اپنے علاقہ کو چلی گئیں۔ پائندہ خان تناول کو چلا گیا۔ اور سکھ ہری پور آ گئے۔ مہتاب سنگھ نے اپنی تاریخ میں اس عرصہ کے واقعات کو بھی تفصیل سے لکھا ہے۔

http://dilazak.org

وہ لکھتا ہے :- کہ قلعہ جمرود کی جنگ اور درّانیوں کے چلے جانے کے بعد وہاں خبر پہنچی کہ کرڑالوں نے قلعہ ناڑہ کا محاصرہ کرکے قلعہ کو فتح کرلیا ہے اور تھانہ دار اور بعض سپاہیوں کو قتل کردیا ہے اور بعضے سپاہی فرار ہوگئے ہیں۔ چنانچہ مہاراجہ دھیان سنگھ دکنور نونہال سنگھ نے سردار مہاں سنگھ کو معہ رجمن سُوک، صاحب فرنگی، سوار و پیادہ کے ساتھ ہزارہ کی طرف بھیجا۔ لاہور سے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے جواہر سنگھ و بابا عطر سنگھ کو چند سواروں کے ساتھ ہزارہ بھیجا۔

جب سردار مہاں سنگھ ہزارہ پہنچا تو قلعہ ناڑہ کو کرڑال سے خلاص کرکے نئے سرے سے تھانہ بٹھایا۔ اور اس کام سے فارغ ہونے کے بعد پکھلی کی طرف روانہ ہوا۔ اور دانسہرہ میں قیام کیا۔ چند روز بعد رجمن سُوک صاحب خود بخود خفا ہوکر لاہور کی طرف روانہ ہوگیا۔ اُس کے پیچھے سردار ہری سنگھ والی پلٹنیں جو مہاں سنگھ کے ساتھ تھیں وہ بھی خود بخود بغیر اجازت لاہور کو روانہ ہوگئیں۔

جب برسات کے مہینے گزر گئے تو دسہرہ کے بعد مہاراجہ صاحب والی لاہور میانی و پنڈ دادن خان کی طرف تشریف لے گئے۔ اور مہاں سنگھ کو حکم بھیجا کہ ایک لاکھ روپیہ پانچ راس گھوڑے معہ زین طلائی و نقرہ، پانچ راس شُتر دو دستہ باز اور پانچ شکاری کتّے اور بیس راس خچر لے کر حاضر حضور ہوجاؤ۔ اور حضور مہاراجہ نے اپنے اردلی دیوا سنگھ پسر مہاں سنگھ داسو والا کو یہ سب چیزیں لینے کے لئے بھیجا۔

چنانچہ سردار مہاں سنگھ نے اپنے چھوٹے بھائی صوبہ سنگھ کو ہزارہ میں اپنی جگہ چھوڑا اور گیارہ ماہ کاتک سمت ۱۸۹۰ بکرمی (۱۸۳۷ء) معہ جملہ اسباب نوشتہ مہاراجہ بغیر روپوں کے لاہور کی جانب روانہ ہوا۔ جب وہ ڈیرہ میانی میں بغیر روپیہ کے حاضر ہوا تو مہاراجہ نے پوچھا کہ نقدی کچھ نہیں لائے! اس پر مہاراجہ اُس سے خفا ہوگیا۔ اور سردار تیجا سنگھ پوربی کو دو رجمنٹ، ایک کنپُو آٹھ پلاٹن کے ساتھ ہزارہ بھیجا کہ جاکر قلعہ ہزارہ (ہرکشن گڑھ۔ ہری پور) پر قبضہ کرلے۔ سردار تیجا سنگھ ہزارہ میں آکر مقیم ہوگیا۔ دو تین کے بعد صوبہ سنگھ برادر مہاں سنگھ سردار تیجا سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوگیا صوبہ سنگھ نے قلعہ کی چابی سردار تیجا سنگھ کے حوالہ کردی۔ سردار تیجا سنگھ نے قلعہ کے لینے کی رسید صوبہ سنگھ کو دے دی۔ اور جو کچھ قلعہ میں سردار مہاں سنگھ کے پاس از قسم امانت یا اس کا اور اہل و عیال کا سامان قلعہ میں تھا۔ بمعہ سکّہ و بارود اور اسلحہ جات کے ضبط کرلیا۔ یہ رسید صوبہ سنگھ نے مہاں سنگھ کو پہنچا دی۔ اور اس نے یہ رسید بوساطت راجہ دھیان سنگھ بہ حضور مہاراجہ صاحب پیش کردی۔ اور ساتھ ہی تیس ہزار روپیہ نذرانہ سردار مہاں سنگھ نے، جو کہ مقرر کیا تھا۔ ادا کردیا۔ اور

ابتدا سے مقررشدہ سرب ہزارہ کا مالیہ جمع ہوکر داخلِ سرکار ہوتا رہا بعد سال (۱۸۴۱ء) سردار تیجا سنگھ معہ خرچ حضور مہاراجہ کی خدمت میں طلب کیا گیا۔

دورانِ حکومت تیجا سنگھ، نواب پائندہ خان اپنی فوج اور افغانوں کے آدمیوں تقریباً تین چار ہزار کے ساتھ دریائے سندھ کو عبور کرکے بھارو کوٹ میں آگیا۔ اور جوڑہ پنڈ کے متصل ڈیرہ ڈالا۔ سکھوں کے اہل کاروں کے ساتھ نامہ و پیام کیا۔ کہ سردار تیجا سنگھ نے اس کو آٹھ ہزار کی جاگیر دی ہے۔ اگر وہ اُس کو دی جائے تو وہ واپس چلا جائے گا۔ اگر نہ دی گئی تو وہ یہ آٹھ ہزار روپیہ اس ملک کے لوگوں سے وصول کرے گا۔ سردار تیجا سنگھ نے اپنے اہل کاروں کو لکھا کہ اگر وہ نقرہ گھوڑی دے تو جاگیر ادا کردی جائے اگر نہ دے تو کچھ بھی اس کو نہ دیا جائے۔ اور جب نواب پائندہ خان نے سردار کو براہِ راست لکھا۔ تو اس نے جواب دیا کہ اس نے اپنے اہل کاروں کو ادائیگی کے لئے لکھ دیا ہے۔ وہ اپنی مقررہ جاگیر اُن سے لے سکتا ہے۔ یہ باتیں پائندہ خان کے ساتھ بھارو کوٹ میں ہو رہی تھیں چونکہ وہاں سکھوں کی فوج کم تھی۔ اور پائندہ خان کے ساتھ ملکی خوانین، غلام خان ترین و سیدان صوابی والہ و تنولی و دلازاک و ترک سب متفق تھے۔ چنانچہ تیجا سنگھ کے اہل کاروں نے ایک ہزار سوار و پیادہ جمع کرکے کھلابٹ میں جمعیت کی۔ اور ان لوگوں کو روزانہ خرچ و رسد دیتے تھے۔ حالانکہ ان کے پاس ایک ہزار بندوق تھی۔ پھر بھی پائندہ خان اپنے چار سو سواروں کے ساتھ واڑی نزد کھلابٹ کی زیارت میں آیا اور فقیر کی درگاہ میں سلام کرکے اپنے ڈیرہ بمقام جوڑہ پنڈ کو واپس چلا گیا۔ اور سکھوں کے عشری ملکی لوگ جو کھلابٹ میں تھے کسی نے ایک فائر بھی نہ کیا۔ اس وجہ سے اہل کاران ۔۔۔ ظاہر ہوگئے۔ اور سوچا کہ فوج کم ہے۔ مبادا جنگ ہو جائے اور یہ ملکی لوگ بھی پائندہ خان سے مل جائیں اور ہماری فوج کو جو تین چار سو بندوق ہے شکست نہ ہوجائے۔ اور چونکہ ہم تھوڑے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ پھر قلعہ کو بچانا بھی مشکل ہوجائے۔ اس خیال سے جنگ نہ کی۔ اور حکمت عملی سے مبلغ چار ہزار روپیہ۔ ایک فصل کی جاگیر پائندہ خان کو دے دی۔ پائندہ خان یہ روپیہ لے کر اپنی جگہ کو واپس چلا گیا۔ اور تیجا سنگھ کے آدمی اپنے گھروں کو چلے گئے۔

ہری پور شہر کے مہاجنوں اور ہزارہ کے ملکوں اور رئیسوں کو حکم لکھا کہ ایک روپیہ فی گھر جمع کریں۔ چنانچہ ہزارہ تا محال پکھلی ہر گھر سے ایک روپیہ وصول کیا گیا جو سولہ ہزار روپیہ (چار ہزار روپیہ خرچ کے مقابلہ میں) جمع ہوا۔

یہ ملک ابتداء ربیعہ سنہ ۱۸۹۰ بکرمی (۱۸۳۷ء) لغایت خریف سمت ۱۸۹۶ بکرمی (۱۸۴۱ء) سردار تیجا سنگھ کے ماتحت رہا۔

http://dilazak.org